الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

جنوری 2022

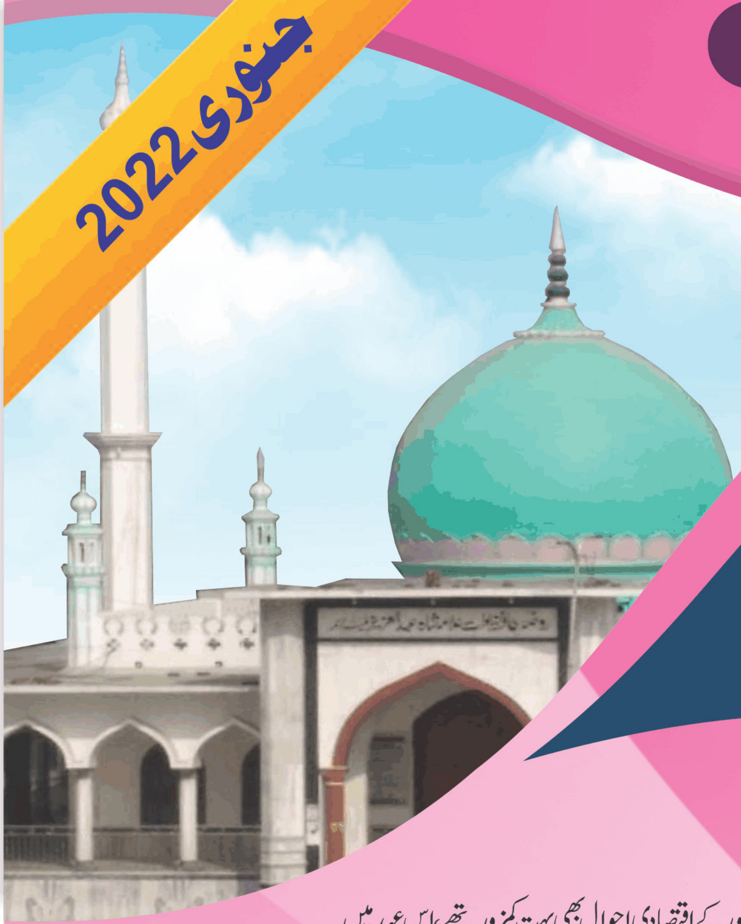

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

حضور حافظ ملت مبارک پور تشریف لائے، ابتدائی مکتب تھا، اہلِ مبارک پور کے اقتصادی احوال بھی بہت کمزور تھے، اس عہد میں مدارس قائم کرنا اور انھیں چلانا انتہائی مشکل تھا، مدارس کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ چرم قربانی تھا یا ماہانہ چندہ۔ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

”حیلہ شرعی کرکے زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم مدرسہ میں صرف کرنے کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اس زمانے میں زکاۃ و فطرے کی رقوم پیشہ ور بھک منگے لے جایا کرتے تھے جو رمضان المبارک میں غول بیابانی کی طرح فوج در فوج مسلم آبادیوں میں پھیل جایا کرتے تھے۔“ (حافظِ ملت افکار اور کارنامے)

یہ ایک سچائی ہے کہ 1934 سے پہلے زکوٰۃ و صدقات عام بھکاری لے جاتے تھے، نت نئے روپ، چونکا دینے والے عجیب و غریب نام، بھانت بھانت کی صدائیں، عوام کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے رنگ برنگے لباس، ریاکاری میں مکمل ڈوبے ہوئے، چھوٹی بڑی تسبیحیں، حق ہو کے مدہوش کن نعرے، کوئی کدو شاہ، کوئی طوطا شاہ، کوئی مینا شاہ، کوئی لکڑ شاہ، کوئی کلو شاہ، کوئی ملنگ بابا اور کوئی پلنگ بابا وغیرہ۔

اس عہد کے باخبر حضرات کا فرمانا ہے کہ حضور حافظِ ملت نے دینی مدارس کے لیے زکاۃ اور فطرے کی رقوم میں حیلہ شرعی کی راہ نکالی، اس شرعی نقطۂ نظر کو عام کرنے میں آپ نے بڑی کاوشیں فرمائیں، آپ سے وابستہ علما اور بانیان مدارس نے اس سود مند روش کو خوب پسند فرمایا، آپ کے تلامذہ اور فیض یافتگان نے دنیا بھر میں اسے رواج دیا، نائب مفتی اعظم ہند حضرت شارح بخاری تحریر فرماتے ہیں:

”دین و علم کی بقا تعلیم دین سے وابستہ ہے اور اسی سے مسلمانوں کا دینی و ملی تشخص بھی متعلق ہے اس لیے مدارس کے لیے حافظ ملت نے حیلہ شرعی کو رواج دیا کہ زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم حیلہ شرعی کرکے مدارس پر صرف کی جائیں۔ ابتدا میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن حافظ ملت کی فہم و تفہیم اور ترغیب کی بدولت آج ہر صاحب نصاب اپنی زکاۃ اور فطرہ کا بہترین مصرف مدارس اسلامیہ کو سمجھ رہا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دینی مدارس کے لیے سرمایہ کی فراہمی بہت آسان ہو گئی تھی حتیٰ کہ آج یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ سب سے آسان کام مدرسہ قائم کرنا اور چلانا ہے۔“

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 1 | جنوری 2022ء | جمادی الآخرہ 1443ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر

£20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھپور سے چھپا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	حضور حافظ ملت محدث مراد آبادی "کہیں کہیں سے محبت کی داستاں سن لو"	مبارک حسین مصباحی	3
	مطالعۂ قرآن		
تفہیمِ قرآن	ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے (چوتھی قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	7
	مطالعۂ حدیث		
تفہیمِ حدیث	علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ	مولانا محمود علی مشاہدی	10
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	12
	نظریات		
فکرِ امروز	اور یہ معاشرتی برائیاں...	حافظ محمد ہاشم رضا قادری	14
	اسلامیات		
شعائر	ایصالِ ثواب کے شرعی تقاضے	مفتی نور محمد حسنی قادری	16
	معمولات اہل سنت		
ترغیب عمل	عرس ایک تربیت گاہ	مفتی توفیق احسن برکاتی	18
	صوفیات		
بزم تصوف	حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی چند تصانیف و ملفوظات (چھٹی قسط)	مبارک حسین مصباحی	20
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	حضرت قاضی ایاس بن معاویہ	محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	24
	شخصیات		
انوار حیات	طاہر ملت حضرت سید میر محمد طاہر میاں بلگرامی قدس سرہٗ	مبارک حسین مصباحی	27
	بزم دانش		
فکر و نظر	نعت کے غیر مسلم شعرا	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہرؔ/مہتابؔ پیامی	31
	سیاسیات		
آئینۂ عالم	دبئی حکومت کا اسلام دشمن قانون	مولانا محمد ادریس بستوی	44
	ادبیات		
نقد و نظر	مقالات شیخ القرآن	تبصرہ نگار: مفتی توفیق احسن برکاتی	45
خیابان حرم	نعت و غزل	سید صبیح الدین رحمانی/حضرت آسی غازی پوری	48
	وفیات		
سفرِ آخرت	مسلم شاہد عالم مظہری کا وصال پر ملال	محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	49
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	سید صابر حسین شاہ بخاری/خواجہ ساجد عالم مصباحی/ظفر احمد ممبئی		54
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	نعتیہ مجموعہ "کیا کیا کہوں تجھے" کی رسم رونمائی/چنئی میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس		55

حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی قدس سرہ

کہیں کہیں سے محبت کی داستاں سن لو

مبارک حسین مصباحی

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ بے شمار خوبیوں کی پیکر شخصیت تھی، قصبہ بھوج پور ضلع مرادآباد میں آپ کی ولادت 1312ھ/1894ء میں ہوئی، قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں وصال شب 11 بج کر 55 منٹ پر 1396ھ/1976ء میں ہوا۔ آپ کی شخصیت و فکر کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ آپ کا مزار اقدس جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مرجعِ خلائق ہے۔ اِس بار آپ کا 47واں عرس منعقد ہونے والا ہے۔ آپ نے معاشرے کی صلاح و فلاح کے لیے اہم کارنامے انجام دیے۔ چند باتیں ہم بھی لکھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

حضور حافظ ملت کی فراغت 1351ھ/1932ء میں ہوئی، تدریس و تبلیغ کے لیے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں تشریف آوری 1352ھ/1934ء میں ہوئی دار العلوم اشرفیہ (باغِ فردوس) مصباح العلوم مبارک پور کی تاریخی عمارت کا سنگ بنیاد 1353ھ/1935ء میں ہوا، پھر 1392ھ/1972ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا سنگ بنیاد۔ یہ ترقی اتنی آسانی سے نہیں ہوئی بلکہ طویل عرصہ لگا ہے۔ حضور حافظ ملت اور معاونین نے شب و روز جاں گسل محنت فرمائی ہے۔

زکوٰۃ اور فطرے کو مدارس میں حیلۂ شرعی کے بعد عام کرنا:

سرِ دست ہمیں عرض کرنا یہ ہے کہ حضور حافظ ملت مبارک پور تشریف لائے، محلہ پرانی بستی میں مدرسہ اشرفیہ ایک چھوٹی سی جگہ میں تھا، اہلِ مبارک پور کے اقتصادی احوال بھی بہت کمزور تھے، اس عہد میں مدارس قائم کرنا اور انھیں چلانا انتہائی مشکل تھا، مدارس کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ چرم قربانی تھا یا ماہانہ چندہ۔ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”حیلہ شرعی کر کے زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم مدرسہ میں صرف کرنے کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اس زمانے میں زکاۃ و فطرے کی رقوم پیشہ ور بھک منگے لے جایا کرتے تھے جو رمضان المبارک میں غول بیابانی کی طرح فوج در فوج مسلم آبادیوں میں پھیل جایا کرتے تھے۔“

(حافظِ ملت افکار اور کارنامے)

حضور شارح بخاری حضور حافظ ملت کے نام ور تلمیذ رشید تھے، آپ دینی اور شرعی علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے، احوال زمانہ اور مسلمانوں کی دینی اور اقتصادی صورت حال سے بہ خوبی واقف تھے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ 1934 سے پہلے زکوٰۃ و صدقات عام بھکاری لے جاتے تھے، نت نئے روپ، چونکا دینے والے عجیب و غریب نام، بھانت بھانت کی صدائیں، عوام کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے رنگ برنگے لباس، ریاکاری میں مکمل ڈوبے ہوئے، چھوٹی بڑی تسبیحیں، حق ہو کے مدہوش کن نعرے، کوئی کدو شاہ، کوئی طوطا شاہ، کوئی مینا شاہ، کوئی لکڑ شاہ، کوئی کلو شاہ، کوئی ملنگ بابا اور کوئی پلنگ بابا وغیرہ۔

اس عہد کے باخبر حضرات کا فرمانا ہے کہ حضور حافظِ ملت نے دینی مدارس کے لیے زکاۃ اور فطرے کی رقوم میں حیلہ شرعی کی راہ نکالی، اس شرعی نقطۂ نظر کو عام کرنے میں آپ نے بڑی کاوشیں فرمائیں، آپ سے وابستہ علما اور بانیان مدارس نے اس سود مند روش کو خوب پسند فرمایا، آپ کے تلامذہ اور فیض یافتگان نے دنیا بھر میں اسے رواج دیا، نائب مفتی اعظم ہند حضرت شارح بخاری تحریر فرماتے ہیں:

”دین و علم کی بقا تعلیم دین سے وابستہ ہے اور اسی سے مسلمانوں کا دینی و ملی تشخص بھی متعلق ہے اس لیے مدارس کے لیے حافظ ملت نے حیلہ شرعی کو رواج دیا کہ زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم حیلہ شرعی کر کے مدارس پر صرف کی جائیں۔ ابتدا میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن حافظ ملت کی فہم و تفہیم اور ترغیب کی بدولت آج ہر صاحب نصاب اپنی زکاۃ اور فطرہ کا بہترین مصرف مدارس اسلامیہ کو سمجھ رہا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ

mubarakmisbahi@gmail.com

دینی مدارس کے لیے سرمایہ کی فراہمی بہت آسان ہوگئی تھی حتیٰ کہ آج یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ سب سے آسان کام مدرسہ قائم کرنا اور چلانا ہے۔"

یہ ایک سچائی ہے کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں ہندوستان پر گوروں کی سربراہی تھی، 1857ء میں حریت پسندوں کو بظاہر ناکامی ہوئی، انگریزوں نے ظلم وجبر اور قتل وغارت گری کی انتہا کردی، ایک طبقہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر دیگر ممالک کی جانب کوچ کر گیا، پچاس ہزار سے زیادہ علما اور تعلیم یافتہ حضرات کو ظلم وقتل کی دردناک منزلوں سے گزار دیا اور مشاہیر فضلا اور ارباب کمال کے کثیر حضرات کو کو انڈمان نکوبار کی بدترین قیدوں میں ٹھونس دیا گیا، مجاہد آزادی حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی قدس سرہٗ کے مبارک عرس میں ہمیں انڈمان نکوبار میں مدعو کیا گیا، ایئرپورٹ سے ہمیں آپ کے مزار اقدس پر لے جایا گیا، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ آپ کے مزار اقدس پر پہنچ کر زندگی بھر کی آرزو پوری ہوگئی، فاتحہ پڑھی، ایصالِ ثواب کیا گیا، آپ کے مزار اقدس سے چند قدم کے فاصلے پر حضرت مولانا لیاقت علی الہ آبادی کا مزار اقدس ہے، وہاں بھی فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم ثمرؔ مصباحی دام ظلہ العالی اور دیگر منتظمین رہبری فرمارہے تھے۔ خاص بات یہ ہے کہ حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی کے مزار پر دیکھی کہ آپ کے مزار اقدس کے سرہانے ایک بڑا درخت ہے، اس کی جڑیں زمین کی تہ میں مزار اقدس کی جانب نہیں بلکہ مخالف سمت مڑ جاتی ہیں۔ حاضرین نے بتایا کہ متعدّد بار ہم نے سوچا کہ اس درخت کو ہٹا دیا جائے، مگر ہر بار ہم نے سر کی آنکھوں سے اسی کرامت کا مشاہدہ کیا۔ دوسری خاص بات یہ بھی معلوم ہوئی مزار اقدس پر مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی حاضریاں دیتے ہیں اور گاہے بگاہے لنگروں کا اہتمام بڑی عقیدت و محبت سے کرتے ہیں۔

جی ہم کچھ دور نکل گئے، عرض کرنا یہ ہے کہ اس دور میں باذوق طلبہ اپنے گھروں سے پڑھنے کے لیے نکلتے تو عام طور پر ماہرین کی درس گاہیں اپنی اپنی قیام گاہوں پر رہتی تھیں، باذوق طلبہ کو جو فن پڑھنا ہوتا، انھی کی جانب رخ کرتے، اگر احادیث کا درس لینا ہے تو دہلی کا رخ کرتے، وہاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ کی الگ درس گاہیں تھیں، بعد میں محدث سورتی، حضرت علامہ شاہ وصی احمد پیلی بھیت میں مدرسۃ الحدیث کھولے ہوئے ہوئے تھے، اگر فقہ پڑھنا ہوتا تو فرنگی محل لکھنؤ جاتے اور معقولات پڑھنا ہوتا تو حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہ کی درس گاہوں کا رخ کرتے۔ بعد میں امام احمد رضا محدث بریلوی مدرسہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں فتویٰ نویسی کی تربیت پر زور دینے لگے۔ بدایوں شریف کی درس گاہ قادریہ، رام پور کا مدرسہ عالیہ اور جون پور کا مدرسہ حنفیہ بھی مشہور درس گاہیں تھیں۔ ان درس گاہوں میں ہاسٹل کا اہتمام نہیں تھا۔ عام طلبہ قیام وطعام کا نظم خود کرتے، خوش قسمتی سے بعض طلبہ کے لیے قیام وطعام کے انتظامات بھی ہوجاتے تھے۔

ان حالات میں مدرسہ قائم کرنا اور طلبہ کے قیام وطعام کا اہتمام کرنا انتہائی مشکل تھا۔ حضور حافظ ملت مبارک پور تشریف لائے تو آپ نے جس بلند اخلاق کا مظاہرہ فرمایا، آج جب ہم سوچتے ہیں تو دل و دماغ ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ آپ نے طلبہ کے قیام کا نظم فرمایا اور طعام کے لیے جاگیریں لگائیں، بقول حضور شارح بخاری "اہلِ مبارک پور نے جس محبت اور شفقت کے ساتھ طلبہ کو کھلایا پلایا، اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جس طالب علم کی جہاں جاگیر ہوئی وہ اس گھر کا ایک فرد ہوگیا اور ایسا مضبوط رشتہ قائم ہوگیا کہ زندگی بھر نہیں ٹوٹا۔"

یہ حال سن کر طلبہ بڑی تیزی سے مبارک پور پہنچنے لگے اور مدرسہ اشرفیہ، پرانی بستی کی جگہ تنگ پڑگئی۔ آپ نے دوسرے سال 1353ھ/1935ء میں گولہ بازار مبارک پور میں ایک زمین حاصل فرمائی اور دار العلوم اشرفیہ [باغ فردوس 1353ھ] کا سنگ بنیاد اپنے بزرگوں سے رکھوا دیا۔ تبلیغ اور مناظرے ہوتے رہے، انھیں کے ساتھ آپ طلبہ کی تعلیم و تربیت پر مکمل توجہ دیتے رہے، اس عہد کے اکابر نے تحریر فرمایا ہے کہ ابتدا میں حضور حافظ ملت تنہا تیرہ تیرہ کتابیں پڑھاتے تھے جس میں کل تقریباً متوسط یا منتہی کتابیں تھیں۔ آپ کی انھی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ، ذی استعداد، تہذیب و تمدن سے آراستہ، کام اور صرف کام کے دھنی فارغین نکلنے لگے۔ آپ کھلی آنکھوں سے دیکھیں کہ ملک اور بیرون ملک دینی علوم وفنون میں ممتاز مصباحی علما اور مشائخ نظر آتے ہیں۔

آپ نے صرف اپنے مدرسے پر ہی توجہ نہیں فرمائی بلکہ دیگر مدارس کے ذمہ دار حضرات اگر برائے چندہ مبارک پور آجاتے تو آپ ان کے لیے سفارشی تحریریں نوٹ فرمادیتے، بلکہ بعض اوقات خود بھی ان کے ساتھ چندہ دینے والے اہلِ خیر کے پاس پہنچ جاتے۔ آپ کا مزاج تھا کہ جس مقام پر پہنچ جاتے، وہاں علما اور عوام کو اداروں کے قیام کے لیے متوجہ فرماتے، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج عام طور پر ملک بھر میں مدارس کا جال بچھا ہوا ہے، ہاں مگر جو حضرات برائے دھندہ، چندہ کرتے ہیں اور زمین پر مدارس کا وجود نہ ہونے کے باوجود فرضی رودادیں اور لمبے چوڑے

پوسٹر چھاپتے ہیں، یہ ہم سب کے لیے شرم ناک کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں بھی اپنی خشیت اور دینی خدمت کی سچی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسرے کی بیوی کو بلا نکاح اپنے گھر میں رکھنا:

اس وقت ہمارے سامنے آپ کا مجموعۂ فتاویٰ ہے اسے مجلسِ فقہی جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے شائع کیا ہے، تلاش و جستجو کے بعد حافظِ ملت کے فتاویٰ کی ہم نے ترتیب، تحقیق اور تخریج کی، پھر فتاواے حافظ ملت ترتیب و تخریج از مبارک حسین مصباحی کے عنوان سے قسط وار مکمل ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ فتاویٰ 706 صفحات پر شائع ہو چکے ہیں۔ ایک اصلاحی فتویٰ ہم اس سے نقل کرتے ہیں۔

آج بہت سی برائیاں مسلم معاشرے میں ہیں۔ انھیں میں سے ایک دوسرے کی بیوی کو بغیر نکاح کے اپنے گھر میں رکھنا بھی ہے۔ ذیل میں سوال و جواب ملاحظہ فرمائیے۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نے بکر کی بیوی کو دو سال سے بلا نکاح رکھ لیا ہے، بعد میں بکر نے ہندہ کو طلاق دے دیا۔ زید نے عدت کی مدت تک ہندہ کو اپنے مکان میں رکھا، علاحدہ نہیں کیا۔ اس کے تعلقات پہلے ہی کی طرح بہ دستور ہیں۔ ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح زید مذکور کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس شرط پر درست ہے اور زید نے ہندہ سے عرصہ آٹھ نو ماہ کا ہوا کہ نکاح بھی کر لیا ہے اور عدت کی مدت میں زید نے ہندہ کو اپنے مکان سے علاحدہ نہیں کیا۔ 8/ جولائی 1949ء

الجواب: زید نے بکر کی بیوی کو بلا طلاق دیے اپنے مکان میں رکھا اور ناجائز تعلقات رکھے، یہ قطعًا حرام اور اشد حرام ہے۔ بعد طلاق بھی جب تک اس قسم کے تعلقات قبل نکاح رہے یہ بھی حرام اور سخت حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ. (قرآن حکیم، سورۃ النساء4، آیت:24) شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں۔

لہٰذا زید مرتکبِ حرام، مرتکبِ گناہِ کبیرہ، مستحقِ سزا ہے۔ زید پر لازم ہے کہ اپنے فعلِ حرام سے توبہ کرے اور ہندہ بھی اسی طرح سخت گنہ گار اور مجرم ہے اس پر بھی توبہ لازم ہے۔ بکر کے طلاق دینے کے بعد اگر عدتِ طلاق گزرنے کے بعد زید نے ہندہ سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہے، کیوں کہ عدت گزر گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عبد العزیز، صدر مدرس دار العلوم اشرفیہ، مبارکپور

حضور حافظ ملت نے بحیثیت مفتی جو جواب عنایت فرمایا ہے انتہائی جامع اور مختصر ہے۔ اس سے فقہ حنفی کی روشنی میں اصل قضیہ واضح ہو گیا۔ اس کی مرکزی روح بھی ہم سب کو پیغام دے رہی ہے کہ مردوں اور عورتوں کو بہر صورت شرعی احکام پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔ آج آپ اپنے سماج کو دیکھیے کہ کالج اور یونیورسٹیوں کی کتنی مسلم طالبات ہیں جو غیر مسلم نوجوانوں سے عشق کرنے لگتی ہیں، یہ بجائے خود شدید حرام اور قابلِ صد مذمت ہے، مگر انتہا یہ ہو جاتی ہے کہ وہ لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ فرار ہو جاتی ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ عشق کے طوفان میں اپنا عقیدہ و ایمان بھی کھو بیٹھتی ہیں، اس قسم کی بے شمار مثالیں خود ہمارے ملک میں سنی جا رہی ہیں۔ رب کریم ان بچیوں کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے غیب سے مدد فرمائے۔

مدرسہ معراج العلوم جلد ہی معراج العلوم ہو جائے گا:

ہم تلاش میں تھے کہ کچھ ایسی باتیں مل جائیں جو اب تک تحریر میں نہ آئی ہوں تو بہتر ہے، ہم جامعہ اشرفیہ سے مہمان خانے کی جانب بڑھے تو وہاں ہمارے دو بزرگ جلوہ گر تھے، محترم المقام ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی اور ان کے ہم جماعت حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ہم نے اپنا مدعا رکھا تو مولانا محمد ادریس بستوی مد ظلہ العالی نے انتہائی معلومات افزا ایک واقعہ بیان فرمایا:

حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ مہداول تشریف لے گئے، ہم لوگوں نے اپنے استاذ و محسن کا بڑے تپاک سے استقبال کیا، حضرت نے فرمایا کہ ہمیں مہندو پار کے دو روزہ اجلاس میں شرکت کرنا ہے۔ مہداول کی جامع مسجد میں عصر کی نماز ادا کی گئی، جناب شوکت علی خاں نے چائے کا اہتمام کیا۔ ہم لوگ حضور کو لے کر وہاں پہنچے، حضور حافظ ملت نے تشریف رکھتے ہی فرمایا: ”ہم یہاں چائے پینے نہیں بلکہ دعا دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اس ارشاد گرامی سے وہاں موجود حضرات نے اپنی قلبی مسرتوں کا اظہار فرمایا، حضور نے چائے نوشی کے بعد حسبِ عادت بھرپور

دعاؤں سے نوازا۔ غالباً ماسٹر نیاز احمد آپ کو سائکل پر بٹھا کر مہندو پار کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہمارے بستوی صاحب فرماتے ہیں، جلسے میں لے جانے والا یہ انداز دیکھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا، فرماتے ہیں کہ مہندو پار مہنداول سے دس میل ہے۔ اسے آج آپ پندرہ کلو میٹر سمجھیے۔ ہم نے بار بار انھیں ڈانٹا، ایک دن ڈانٹتے وقت ان ہی میں سے ایک مولانا نے بتایا کہ حضرت ہم نے لے جانے کے لیے جیپ بک کی تھی، حضور نے ہم سے دریافت فرمایا کہ کیسے لے جاؤگے؟ ہم نے عرض کیا، حضور! جیپ بک کی ہے۔ حضور نے بکنگ کی قیمت دریافت فرمائی۔ ہماری گفتگو سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا: مجھے لے جانے کے لیے مدرسہ کی اتنی رقم خرچ کروگے، ہم سائکل ہی سے آپ کے ساتھ چلیں گے۔ حضرت مولانا محمد ادریس بستوی آپ کے اس ارشادِ گرامی سے حد درجہ متاثر ہوئے۔ اس احتیاط اور تقویٰ شعاری سے آپ اندازہ لگائیں کہ مدرسہ کی رقم خرچ کرنے میں کتنے محتاط تھے، پروگرام کرنے والوں کا حال آپ بخوبی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد ادریس بستوی فرماتے ہیں: "خیر دوسرے دن ہم جیپ لے کر وہاں پہنچے تو اسٹیج پر حضور حافظ ملت قدس سرہٗ کی گل پوشی ہو رہی تھی، ہم بھی اسٹیج پر پہنچ گئے، حضرت نے اپنے گلے سے ہار اتار کر ہمارے گلے میں ڈال دیے، حسنِ اتفاق بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ بھی وہاں موجود تھے۔

اب دوسرے دن اسی جیپ سے سب حضرات دھرم سنگھوا تشریف لے گئے، وہاں بھی حضور حافظ ملت کے عقیدت مند اور چاہنے والے موجود تھے۔ مقامِ مسرت ہے کہ وہاں دار العلوم احمدیہ معراج العلوم چل رہا تھا جس کے پرنسپل حضرت مولانا علی احمد بسمل عزیزی تھے۔ حضرت حافظِ ملت کی سربراہی میں تمام حضرات نے دار العلوم احمدیہ معراج العلوم کی عمارت دیکھی، تعلیمی اور تربیتی نظم و نسق کا مشاہدہ فرمایا۔ پیکر اخلاص و وفا حضرت مولانا علی احمد بسمل عزیزی دامت برکاتہم العالیہ کی قیام گاہ پر طعام کا اہتمام تھا۔ حضرت مولانا بسمل عزیزی نے اپنے شیخ حضور حافظ ملت قدس سرہٗ کے سلسلۂ طریقت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ضروری گفتگو کے بعد ہم اس تاثر کے روزانہ کرنے کی گذارش کی گئی حضور حافظ ملت نے بڑی محبت سے تحریر فرمایا۔ حضرت سے معائینہ رقم فرمانے کی گذارش کی گئی۔ ہم نے محبِ مکرم حضرت مولانا بسمل عزیزی مدظلہ العالی سے رابطہ کیا۔ حضرت باخبر ہونے کے بعد بہت مسرور ہوئے، حضور حافظِ ملت قدس سرہٗ کا تحریری تاثر آپ نے بذریعہ وہاٹس ایپ ارسال فرمادیا، آپ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

> "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مدرسہ کی عمارت بہت بہتر ہے، زمین بھی بڑی وسیع ہے، اراکینِ مدرسہ باذوق ہیں، مدرسین محنت و دلچسپی سے کام کرتے ہیں، عزیز مکرم جناب مولانا علی احمد صاحب اپنی قابلیت کے باوجود دینی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں، ان کی مخلصانہ خدمات مدرسہ کو بامِ عروج پر پہنچائیں گی، **قوی امید ہے کہ مدرسہ معراج العلوم جلد ہی معراج العلوم ہو جائے گا**، دعا ہے خداوند کریم مسلمانوں کے قلوب کو اس کی امداد و اعانت کی طرف متوجہ فرمائے اور اس دینی ادارہ کو ترقی دے، آمین۔" عبد العزیز عفی عنہ
>
> خادم دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور
>
> 20 ذی قعدہ 1393ھ

حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ دینی علوم و فنون میں اپنی مثال آپ تھے، کردار و اخلاق، تقویٰ و پرہیزگاری، تدریس و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت میں آپ بڑے امتیازات رکھتے تھے۔

ہم نے چند متفرق گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، آپ نے قریب چار دہائی تک جامع صحیح بخاری کا درس دیا، آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ حدیث نبوی کی زریں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے تلمیذ رشید حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی ہیں جنھوں نے بنام نزہۃ القاری شرح بخاری تحریر فرمائی۔ 9 جلدوں پر مشتمل یہ مکمل شرح جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ترتیب دی گئی۔ آپ کے تلامذہ میں ایک سے ایک جید ماہرین حدیث ہیں، جب کہ شیوخ الحدیث کی تو لمبی تعداد رہی۔ مختلف علوم اور فنون میں مہارت رکھنے والے یکتائے روزگار کاملانِ عصر بھی ہیں، تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی، صحافت و قیادت، سیاست و خطابت وغیرہ میں ممتاز شخصیات تھیں، ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گی۔

مولا تعالیٰ حضور حافظِ ملت نور اللہ مرقدہ کے فیوض و برکات سے ہم سب کو شاد کام فرمائے۔ آمین۔ *****

تفہیم قرآن

چوتھی قسط

ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

فرشتوں کی تسبیح:

فرشتے اللہ کے نیک اور معزز بندے ہوتے ہیں، ان سے کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ معصوم ہوتے ہیں، اللہ کے حکم کے پابند ہوتے ہیں، اور وہی کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے، فرشتے ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں، اور ہمیشہ اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں، فرشتوں کو مختلف قسم کی ذمہ داریاں دی گئی ہیں، لیکن یہ ذمہ داریاں کبھی ان کی تسبیح میں مخل نہیں ہوتیں، جس طرح بندوں کی گفتگو ان کے اعضا وجوارح کے حرکات واعمال میں مخل نہیں ہوتی، کتب تفاسیر میں ہے کہ جس طرح ابن آدم کی سانسیں چلتی ہیں اسی طرح فرشتوں کی زبانوں پر تسبیح جاری رہتی ہے، جس طرح سانس کے بغیر انسانی زندگی کی بقا ممکن نہیں بالکل اسی طرح تسبیح کے بغیر فرشتوں کی زندگی متصور نہیں۔

قرآن کریم نے فرشتوں کی تسبیح کا جا بجا ذکر کیا، اور فرمایا کہ فرشتوں کی تسبیح کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا، ارشاد باری ہے:

وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ۔ [سورۂ انبیا: 19-20]

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں، اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں اس کی عبادت سے نہیں کتراتے، اور نہیں تھکتے، دن ورات اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور سستی نہیں کرتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ مَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾۔ [سورۂ صافات: 164-166]

اور ہم میں ہر ایک کا ایک متعیّن مقام ہے، اور بلا شبہ ہم صف بستہ رہتے ہیں، اور یقیناً ہم تسبیح بیان کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے فرشتوں کی صف بستہ عبادتوں کا خصوصی ذکر کیا، بلکہ ایک پوری سورت اسی نام سے موسوم کی، مشہور روایات کے مطابق سورۂ صافات کی ابتدائی آیات میں ذکر کی گئی قسمیں فرشتوں سے متعلق ہیں جو صف بستہ کھڑے ہو کر اللہ کی تسبیح و تنزیہ بیان کرتے ہیں، اور اس کی عظمت و کبریائی کا اعلان کرتے ہیں۔

تسبیح کے باب میں قرآن کریم نے دیگر فرشتوں کے ساتھ عرش الٰہی کو اٹھانے والے اور اس کے آس پاس رہنے والے فرشتوں کا خصوصی طور پر ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ تمام فرشتے ہمہ وقت اللہ وحدہ لاشریک کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں، اور اسی کی حمد وثنا میں مصروف رہتے ہیں، فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ [سورۂ غافر: 7]

جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں سب اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے کو محیط ہے، تو ان کو بخش دے جو تائب ہو کر تیرے راستے پر چل پڑے، اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

ملائکہ کے بارے میں مختلف سورتوں میں پھیلی ہوئی آیات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا خاص وظیفہ تسبیح ہے، اور فرشتے حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے ہی سے اللہ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں، جب تک دنیا قائم رہے گی تسبیح بیان کرتے رہیں گے، بلکہ آخرت میں بھی اس کی تسبیح اور پاکی بیان کریں گے، اور عرش الٰہی کے گرد حلقہ بنا کر اس کی حمد وثنا کریں گے۔

انسانوں سے پہلے فرشتوں کی تسبیح پر سب سے واضح دلیل

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حضرت آدم کی تخلیق کا واقعہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ۔[سورۂ بقرہ:30]

اے اللہ! کیا تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد مچائے گا اور خوں ریزی کرے گا، جب کہ ہم حمد کے ساتھ تیری تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔

اس آیت کے مطابق فرشتے اسی وقت سے تسبیح بیان کر رہے ہیں جب آدم کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا، اور قیامت تک تسبیح کرتے رہیں گے جیسا کہ سورۂ انبیا کے حوالے سے گزرا، اور آخرت میں بھی ان کی تسبیح کا سلسلہ جاری رہے گا، فرمایا:

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

[سورۂ زمر:75]

اور اے نبی! آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں، اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہو گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اس آیت میں آخرت کی تسبیح کا ذکر ہے، کیوں کہ یہ سورۂ زمر کی آخری آیت ہے، اور سورۂ زمر کی آخری آیتوں میں احوال آخرت کی تفصیل ہے، اور اس بات کا ذکر ہے کہ کافروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لیے اسی میں پڑے رہو، یہی سب سے برا ٹھکانہ ہے۔ مومنوں کو جنت میں بھیجا جائے گا، ان کو سلامی دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ جنت میں سکون کے ساتھ ابدی زندگی گزارو۔ اس وقت اہل جنت اللہ کی حمد و ثنا بجالائیں گے، اور اس کے انعامات پر شکر گزار ہوں گے۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اے نبی! اس وقت آپ دیکھیں گے کہ ملائکہ عرش الٰہی کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی تسبیح بیان کر رہے ہوں گے۔

صالحین کی تسبیح:

اللہ کے نیک اور محبوب بندے ہمیشہ تسبیح میں مصروف رہتے ہیں، قرآن کریم نے انبیا اور ملائکہ کی طرح صالحین کی تسبیح و تہلیل کا بھی ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اللہ کے نیک بندے نمازوں میں، سجدوں میں، مسجدوں بلکہ ہر جگہ اپنے رب کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں، تسبیح کرنے والے صالحین کی بڑی تعداد ہے، ہم یہاں صرف تین طبقات کا ذکر کریں گے۔

اسلام قبول کرنے والے اہل کتاب کی تسبیح:

قدیم آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے حضرات کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے، اسی طرح اہل علم جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں یا ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، اور اس کے قرب خاص میں پہنچ کر اس تسبیح اور بڑائی بیان کرتے ہیں، فرمایا:

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۔[سورۂ اسراء:107-109]

آپ کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، اس سے پہلے جن کو کتاب کا علم دیا گیا جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ٹھوڑیوں کے بل زمین پر گر جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے رب کے لیے پاکی ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو گا، اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں، اور قرآن ان کا خشوع دوبالا کر دیتا ہے۔

اس آیت میں حضور اقدس ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار مکہ کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کریں، کیوں کہ اگر یہ چند جاہل ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا، ان کی جگہ وہ اہل کتاب ایمان لا رہے ہیں جنھوں نے توریت و زبور اور انجیل میں آپ کی بعثت کے واقعات پڑھے تھے، اور آپ کے فضائل و کمالات کو دیکھ کر آپ کی آمد کے منتظر تھے، جب آپ کی بعثت ہوگئی اور آپ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا، اور انھیں قرآن کریم کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تو وہ حضرات کلمۂ اسلام پڑھ کر آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے، اور اللہ کی اس عطا پر شکر گزار ہوئے، اور ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرآن کی آیتیں سنتے ہیں تو اللہ رب العزت کی عظمت و جلال کے تصور سے رونے لگتے ہیں، پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اللہ کذب بیانی اور وعدہ خلافی سے پاک ہے، اس نے سابقہ آسمانی کتابوں میں جس رسول آخر الزمان کی بعثت کا وعدہ کیا ہمیں اس رسول امی پر ایمان لانے

کا موقع عطا کیا، اور شرف صحابیت سے مشرف فرمایا۔

تلاوت قرآن کے دوران گریہ وزاری پھر اللہ کی تسبیح وتحمید بیان کرنا اہل ایمان اور اصحاب فضل وکمال کا امتیازی وصف ہے، سورۂ انفال کی ابتدائی آیات میں ہے کہ مومن اللہ کا نام سن کر لرز جاتے ہیں اور قرآن کی آیتیں سن کر ان کے ایمان میں قوت واستحکام پیدا ہوجاتا ہے، اور سورۂ زمر میں ہے کہ تقوی شعار بندے قرآن سنتے ہیں تو خشیت الٰہی سے ان کے رونگٹے ہوجاتے ہیں پھر ذکر الٰہی سے ان کے دلوں کو چین ملتا ہے، اور اللہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے یہ سعادت عطا فرماتا ہے۔

نمازیوں کی تسبیح:

نمازوں سے محبت کرنے والے بندے اپنا بیش تر وقت مسجدوں میں گزارتے ہیں، صبح وشام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں، اور اسی کی تسبیح وتہلیل بیان کرتے ہیں، فرمایا:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۔[سورۂ نور:36]

اللہ نے جن گھروں کو بلند کرنے اور ان میں اپنا نام لینے کا حکم دیا ان میں صبح وشام ایسے افراد اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکات دینے سے نہیں روکتی، وہ لوگ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں پلٹ جائیں گی، تاکہ اللہ انھیں ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے، اور انھیں اپنے فضل سے مزید عطا کرے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی عطا فرماتا ہے۔

ان آیات میں ان محبوبان بارگاہ کی تعریف کی گئی ہے جن کے دل مسجدوں سے وابستہ ہوتے ہیں، جو صبح وشام اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں، دنیوی امور اور دیگر مصروفیات ان کی تسبیح وتہلیل، نماز کی پابندی اور زکات کی ادائگی میں رکاوٹ نہیں بنتے، کیوں کہ یہ آخرت سے ڈرتے ہیں، اور اپنے رب سے بے حساب مغفرت کے طلب گار ہوتے ہیں۔

مظاہر قدرت پر غور کرنے والوں کی تسبیح:

جو لوگ نظام کائنات پر غور کرتے ہیں، اور مظاہر قدرت کا بغور مطالعہ کرتے ہیں ان کی زبانیں ہمہ وقت احمد الٰہی سے تر ہوتی ہیں، کیوں کہ وہ کوئی بھی چیز دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کسی بھی چیز عبث اور لغو نہیں بناتا، ہر شی اس کی ربوبیت اور بے مثال قدرت پر روشن دلیل ہے، ارشاد باری ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾۔

[سورۂ آل عمران:190-191]

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن ورات کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں، جو کھڑے، بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں، کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تونے یہ سب کچھ عبث نہیں بنایا، تیرے لیے پاکی ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اس آیت کے مطابق عقل مند وہ ہیں جو ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، یعنی ان کی زبانیں حمد الٰہی، دل یاد الٰہی میں اور آنکھیں مشاہدۂ کائنات میں مصروف ہوتی ہیں، اور وہ جب کسی چیز پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں اپنے رب کی قدرت کی جلوے دیکھتے ہیں، اور اس بے مثال تخلیق کے ذریعے اس کی الوہیت ووحدانیت اور خالقیت وربوبیت پر دلیل لاتے ہیں، اور زبان حال سے کہتے ہیں کہ اے اللہ تیری شان اس سے فروں تر ہے کہ تو کسی چیز کو عبث اور لغو پیدا کرے، ہر شے تیری تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن ہم سے کوتاہی ہوجاتی ہے، تو ہمیں اپنے کرم سے معاف کردے، اور نار دوزخ سے بچالے۔

اہل محشر کی تسبیح:

کفار ومشرکین بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب انھیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی بعث ہے جس کا ہم انکار کیا کرتے تھے، یہ تو وہی قیامت ہے جس پر ہم ایمان نہیں رکھتے تھے، وہ بڑی حسرتوں کے ساتھ کہیں گے کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کردیا، اور اس کے رسولوں نے جو کہا اس کی صداقت ظاہر ہوگئی، لیکن اس وقت ندامت وافسوس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اللہ رب العزت ایسے منکرین بعث کو جمع فرمائے گا، اور ان مقربین کو بھی حاضر کرے گا جن کی عبادت کی جاتی رہی، پھر اللہ رب العزت کافروں کی زجر وتوبیخ کے لیے اپنے نیک بندوں سے پوچھے گا کہ ان کو تم نے گمراہ کیا یا وہ از خود گمراہ ہوگئے؟ تو وہ نیک بندے کہیں گے کہ خدایا! تیرے لیے شرک سے پاکی ہے، ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم تجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کو خدا بنالیں۔ (جاری)

تفہیمِ حدیث

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

مفتی محمود علی مشاہدی

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مکرم رسولوں بالخصوص نبی آخر الزماں، خاتم پیغمبراں محمد رسول اللہ ﷺ کو بے شمار غیبی علوم سے نوازا ہے، قرآن مقدس کی متعدّد آیات کریمہ میں اس کا بیان موجود ہے، نور ایمان سے منور قلوب، حقیقت شناس نگاہیں اور صالح ذہن وفکر رکھنے والے خوش نصیب افراد اس روشن صداقت کو کسی تاویل وتخصیص کے بغیر تسلیم کرتے ہیں۔

کتب حدیث کے بحر زخار سے علم غیب رسول ﷺ سے متعلق احادیث کی جمع وتدوین اور تخریج وتعلیق کا عظیم الشان کارنامہ اکابر علمائے کرام نے سرانجام دیا ہے، اگر کوئی شخص عظمت رسول اور مقام رسول ﷺ کو پیش نظر رکھے اور غیر جانب دار ہو کر ان دلائل اور بحثوں کا مطالعہ کرے تو وہ اس حقیقت کو تسلیم کرلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مرتضیٰ ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ : قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَقَامًا، ما تَرَكَ شيئًا يكونُ فِي مَقَامِهِ ذلكَ إلىَ قِيَامِ السَّاعَةِ، إلَّا حَدَّثَ به، حَفِظَهُ مَن حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ، قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هَؤُلَاءِ، وإنَّه لَيَكونُ منه الشَّيْءُ قدْ نَسِيتُهُ فأرَاهُ فأذْكُرُهُ، كما يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إذَا غَابَ عنْه، ثُمَّ إذَا رَآهُ عَرَفَهُ. (الصحيح لمسلم ج: 2، ص: 390، كتاب الفتن و أشراط الساعة، مجلس البركات)

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہمارے درمیان (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے تو آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، جس نے یاد رکھا اسے تو یاد ہے اور جو بھول گیا بھول گیا۔

مسلم شریف میں ایک اور حدیث اس طرح ہے:

عَنْ أَبِي زَيْدٍ عَمْرو ابنِ أَخْطَبَ ، قال : صَلَّى بنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الفَجْرَ، وَصَعِدَ المِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حتَّى حَضَرَتِ العَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فأخْبَرَنَا بما كَانَ وَبما هو كَائِنٌ فأعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا. (الصحيح لمسلم، ج: 2، ص: 390،كتاب الفتن وأشراط الساعة، مجلس البركات)

صحابی رسول حضرت ابو زید عمرو ابن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں ظہر تک خطبہ دیا پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی، پھر منبر پر جاکر خطبہ دینے لگے یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی، اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا، حضور نبی رحمت نے اس درمیان جو کچھ پہلے ہو چکا اور جو کچھ بعد میں ہوگا کی خبر دے دی، تو ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

عقیدۂ علم غیب رسول ﷺ کوئی نیا اور اختراعی عقیدہ نہیں جیسا کہ درج بالا احادیث سے واضح ہے، بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت میں متعدّد خوش نصیب افراد ایسے بھی ہیں جنھوں نے علم غیب رسول ﷺ کی بنیاد پر اسلام قبول کیا۔

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مرور ایام کے ساتھ چودھویں صدی ہجری میں کچھ ناعاقبت اندیش افراد نے بغیر کسی دلیل کے علم غیب رسول ﷺ کو شرکیہ عقیدہ بتانا شروع کیا اور خیر قرن میں جو چیز مسلمان ہونے کا سبب تھی اسے انھوں نے اسلام سے خارج کرنے کا سبب سمجھ لیا اور اپنی اس غلط فکر کی وجہ مسلمانوں کو مشرک اور مرتد سمجھنا اور لکھنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ انھیں اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس فاسد خیال پر نظر ثانی کی توفیق عطا فرمائے۔ معتبر اور مستند کتابوں سے چند صحابۂ کرام کے علم غیب رسول ﷺ کی بنیاد پر قبول اسلام کا واقعہ اس امید پر یہاں تحریر کر رہا ہوں کہ شاید اس سے قلب و نظر پر پڑے دبیز پردے کو ہٹانے میں کچھ مدد مل سکے۔

(1) حضرت عمیر بن وہب جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نام: عمیر۔ کنیت: ابوامیہ۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ ماں کا نام ام سخیلہ تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے: ام سخیلہ بنت ہاشم بن سعید بن سہم قرشی۔

عمیر قریش کے سربرآوردہ اور بہادر لوگوں میں تھے، قبول اسلام سے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے، بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے اور مسلمانوں کی قوت کا اندازہ لگانے کے لیے یہی نکلے تھے، مگر اس غزوہ میں انہوں نے جنگ کو ٹالنے کی بڑی کوشش کی، ابن سعد کا بیان ہے:

”وقد كان حريصا على رد قريش عن لقيّ رسول الله ببدر“ [الطبقات لابن سعد، ج: 4، ص: 151، دار الكتب العلمية، بيروت، مؤلف: محمد بن سعد بن منيع هاشمى بصرى]

لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ قریش سے انصار کی تذلیل کے لیے کہا کہ ان کے چہرے سانپوں کی طرح ہیں، جو پیاس سے بھی نہیں مرتے، ان کی یہ مجال کہ ہمارے مقابلہ میں آکر بدلہ لیں، اس لیے ان روشن و تاباں چہرہ والوں قریش کو ان سے تعارض نہ کرنا چاہیے، انصار نے جواب دیا یہ خیال چھوڑ دو اور اپنے قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرو، جب یہ تدبیر بھی ناکام رہی تو مجبورًا لڑنا پڑا۔ [الاستيعاب فى معرفة الأصحاب ٢/ ٤٣٧ مؤلف: ابو عمر ابن عبد البر بن عاصم النمرى ناشر: دار الجيل، بيروت]

جس کا نتیجہ قریش کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا اور ان کا لڑکا وہب مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔

قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، قال: أخبرنا أبو جعفر محمد بن محمد بن عبد الله البغدادي قال: أخبرنا أبو علاثة محمد بن عمرو بن خالد قال: حدثنا أبي قال: أخبرنا ابن لهيعة ، عن أبي الأسود، عن عروة بن الزبير، (ح) وأخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان، ببغداد قال : أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن عتاب قال : أخبرنا القاسم بن عبد الله بن المغيرة ، قال : أخبرنا ابن أبي أويس، قال: أخبرنا إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة ، عن عمه موسى بن عقبة في كتاب المغازي قال:...ولما رجع فل المشركين إلى مكة قد قتل الله من قتل منهم ، أقبل عمير بن وهب الجمحي حتى جلس إلى صفوان بن أمية في الحجر، فقال صفوان : قبح لك العيش بعد قتلى بدر؟ قال : أجل ، والله ما في العيش خير بعدهم ، ولولا دين علي لا أجد له قضاء، وعيال لا أدع لهم شيئا، لرحلت إلى محمد فقتلته إن ملأت عيني منه ، فإن لي عنده علة أعتل بها ، أقول قدمت على ابني هذا الأسير. ففرح صفوان بقوله وقال : علي دينك، وعيالك أسوة عيالي في النفقة، لا يسعني شيء ويعجز عنهم، فحمله صفوان وجهزه وأمر بسيف عمير فصقل وسم، وقال عمير لصفوان : اكتمني أياما، فأقبل عمير حتى قدم المدينة فنزل بباب المسجد وعقل راحلته وأخذ السيف، فعمد لرسول الله ﷺ ، فنظر إليه عمر بن الخطاب وهو في نفر من الأنصار يتحدثون عن وقعة بدر ويذكرون نعمة الله عز وجل فيها ، فلما رآه عمر معه السيف فزع وقال: عندكم ، الكلب هذا عدو الله الذي حرش بيننا يوم بدر وحزرنا للقوم ، ثم قام عمر فدخل على رسول الله ﷺ فقال : هذا عمير بن وهب قد دخل المسجد متقلدا السيف، (جاری)☆☆☆

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

مدرسہ موجود ہوتے ہوئے مسجد میں قرآن کی تعلیم دینا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و شرح متین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب کا کہنا ہے کہ مدرسہ موجود ہوتے ہوئے مسجد میں قرآن کی تعلیم دینا اور سکھانا جائز نہیں۔ مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

الجواب: "قرآن کی تعلیم دینے اور سکھانے" سے مراد اگر ناظرہ کی تعلیم ہے جو چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے اور مدرسے میں ان کے لیے بقدر کفایت کشادہ جگہ ہے جہاں انھیں بیٹھا کر قرآن پاک کے ناظرہ کی تعلیم دی جا سکے تو ان کی تعلیم مدرسے میں ہی ہونی چاہیے جہاں تک ممکن ہو مسجد میں اجرت یا تنخواہ پر تعلیم دینے سے بچیں اصل حکم شرع یہی ہے کہ مسجد میں اجرت پر تعلیم دینا جائز نہیں مگر جگہ کی تنگی اور افراد کی کثرت کی وجہ سے بضرورت مسجد میں تعلیم دینے کی اجازت ہوئی اور جو حکم ضرورت شرعی کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے وہ بقدر ضرورت ہوتا ہے صورت مسئولہ میں اگر مدرسے میں کشادگی اس قدر ہے کہ وہاں بچوں کو ابتدائی تعلیم دی جا سکے تو مسجد میں تعلیم دینے کی ضرورت نہیں رہ جاتی اس لیے مسجد میں اس تعلیم کی اجازت نہ ہوگی اس بارے میں مجلس شرعی نے یہ فیصلہ کیا ہے: مندوبین کا اتفاق ہے کہ جب شرعاً ضرورت یا حاجت متحقق ہو تو بہ صورت مذکورہ مسجد میں دینی تعلیم جائز ہے، مگر اس کی کوشش ہونی چاہیے کہ جلد وسائل مہیا کر کے مسجد سے باہر کسی جگہ مدرسہ قائم کیا جائے اور الگ مدرسہ بنانے کی وسعت ہو جانے کے بعد مسجد کو باتنخواہ تعلیم کے کام میں نہ استعمال کیا جائے۔ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مصطفی رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے مدرسہ مظہر الاسلام ابتداءً مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور بریلی میں قائم کیا تھا، بعد میں مسجد سے متصل زمین میں منتقل کیا۔ ممبئی کے اندر مولانا سید حامد اشرف علیہ الرحمہ نے ابتداءً باولا مسجد میں درس گاہ قائم کی جس کے افتتاح میں حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی، اور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمن قادری عباسی علیہ الرحمہ نے الہ آباد میں مسجد اعظم کے اندر مدرسہ حبیبیہ قائم کیا۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ج:اول، ص:319) اور اگر قرآن کی تعلیم سے مراد حفظ قرآن و تجوید قرآن کی تعلیم ہو تو اسے بیان کر کے دوبارہ سوال کر سکتے ہیں اس میں نسبتاً کچھ گنجائش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہنڈپمپ کے کنکشن کا مسئلہ

ہمارے قریب جامعۃ المدینہ ہے ، اس میں ہینڈ پمپ کی حاجت تھی اور اس کے لیے جامعہ میں ہینڈ پمپ کا انتظام کروایا، لیکن جامعہ کی گلی تنگ تھی، جس وجہ سے وہاں ہینڈ پمپ والی گاڑی نہیں جا سکتی تھی، پھر قریب میں ایک اسلامی بھائی کا گھر تھا، طے یہ پایا کہ وہاں ہینڈ پمپ لگا دیتے ہیں، اس اسلامی بھائی نے کہا کہ مجھے بھی کنکشن دینا ہو گا۔ البتہ اس کی غیر موجودگی میں ایک تحریر پر اس کی گھر کی خاتون سے دستخط کروائے گئے اور بیچ میں کیا لکھا تھا، اس نے نہیں پڑھا، جب بعد میں بات سامنے آئی، تو اس میں لکھا تھا کہ ہمیں کنکشن کی ضرورت نہیں ہے، جب کہ اس اسلامی بھائی نے پہلے ہی یہ کہا تھا کہ مجھے کنکشن چاہیے۔ اب سوائے دو افراد کے ساری مجلس کنکشن دینے پر راضی ہے۔ اس کا کیا حل ہو گا؟

الجواب: سوال میں ہینڈ پمپ نصب کرنے کے تعلق سے جو باتیں درج ہیں ان کے مطابق پڑوسی کی خاتون سے بطور فریب دست خط کرایا گیا یہ طریقہ ناجائز ہے جب پڑوسی نے شروع میں ہی یہ بات کہہ دی تھی کہ کنکشن اسے بھی دینا ہو گا تو اثبات یا نفی میں اس سے معاملہ طے کر کے معاہدہ نامہ پر اسی سے دست خط کرانا چاہیے تھا عورتوں کی ناسمجھی سے اس طرح کا فائدہ اٹھانا بیجا کام ہے۔

دوسرے کی زمین بلا اجازت اپنے کام میں لانا جائز نہیں اس لیے ذمہ داران جامعہ پڑوسی سے اس کی زمین کا بقدر ضرورت حصہ

کرایہ پر لیں اور کرایہ کی مقدار بھی مقرر کردیں اور پڑوسی کو اس کی فرمائش کے مطابق پانی کا کنکشن کرایہ پر دیں اور اس کا کرایہ وہی مقرر کریں جو زمین کا کرایہ مقرر ہو۔ یہ معاہدہ شرعاً جائز ہے اور اس میں دونوں فریق کے لیے راحت و آسانی بھی ہے اور کسی کو کوئی ضرر بھی نہیں۔ اور ہر ایک کے ذمے جو کرایہ واجب ہوگا وہ ہر مہینے بطور مقاصہ (ادلا بدلا) ادا ہو جائے گا حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من غش فليس منى. رواه مسلم فى صحيحه۔ نیز ارشاد رسالت ﷺ ہے: لا ضرر ولا ضرار.
واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر چھت ڈال کر نماز پڑھنے کا حکم

حضرت ایک مسجد ہے جس کی چھت کے نیچے قبر ہے اور لوگ اس پر نماز پڑھتے ہیں یعنی چھت حائل ہے قبر اور نمازی کے درمیان تو کیا نماز پڑھنا درست ہوگا اور نماز ہو جائیگی اور اب اس قبر کو ختم کرنا چاہتے ہیں کیا قبر ختم کرنا درست ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم نوازی ہوگی۔ فقط والسلام

الجواب: ہاں چھت پر نماز جائز وصحیح ہے قبر کو اس کی جگہ باقی رہنے دیں، چھت پر نماز نہ قبر پر نماز ہے نہ قبر کی طرف نماز اس لیے قبر سے فاصلے پر بنی ہوئی چھت پر نماز جائز ودرست ہے۔ علمانے لکھا ہے کہ کعبہ شریف کے پاس مطاف کے نیچے 70 انبیاے کرام علیہم الصلوات والسلام کی قبریں ہیں اس کی صورت یہی ہے کہ قبروں سے بلندی پر چھت بنی ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام اشیا فروخت کرنے والی دُکانوں میں مسلم کا نوکری کرنا کیسا ہے؟

یورپ وامریکہ ودیگر غیر اسلامی حکومتوں والے ممالک میں عام طور پر دوکانوں اور شاپنگ مال اور شاپنگ سینٹروں میں لحم خنزیر و شراب دیگر حرام اشیا بیچی جاتی ہے؟

ایسی دُکانوں اور مالوں میں کسی مسلم کا نوکری کرنا کیسا ہے؟

الجواب: جن کے مذہب میں شراب اور خنزیر حلال ہیں ان سے بیچ سکتے ہیں، یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

لائف انشورنس کروانا کیسا ہے؟

حضرت لائف انشورنس کرواسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: لائف انشورنس کرانا جائز ہے البتہ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ قسط اتنی ہی رکھیں جسے آسانی کے ساتھ کم از کم تین سال تک ادا کرسکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین، مندرجہ ذیل جملوں سے طلاق واقع ہوگی تو کون سی؟

زید جو ایک عالم دین ہے اپنی زوجہ سے درمیان جھگڑا جو جملے بولے: "ابھی تم کو طلاق دے دوں گا"، "تم کو ایک طلاق دیا، جا بھاگ یہاں سے، طلاق تم کو ایک طلاق دے دیے جا اب نکل جا میرے گھر سے۔" (نوٹ) یہ تمام باتیں فون پر ہوئیں۔ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: زید نے طلاق کے پانچ کلمات بولے دو صریح دو کنایہ ایک خبر۔ صریح سے دو طلاقیں پڑ گئیں۔ اور دونوں کنایات طلاق میں سے کسی بھی ایک سے اس کی نیت اپنی بیوی کو طلاق دینے کی ہو تو اس سے بھی ایک طلاق واقع ہوگی، نیت نہ ہو تو نہیں۔ دی ہوئی طلاق کی خبر دینے سے طلاق نہیں واقع ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بنیاد رکھنے کی دعا

مکان کی بنیاد رکھتے ہوئے کیا پڑھنا چاہیے؟
اور بنیاد کس دن رکھنا افضل ہے؟
برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: "دوشنبہ، بدھ، جمعرات، جمعہ" یہ چار دن سنگ بنیاد رکھنے کے لیے مناسب ہیں۔ بسم اللہ پڑھ کر سنگ بنیاد رکھے پھر اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے اس کے بعد یہ دعا کرے: "رَبَّنَا هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۔ بِحَقِّ قَوْلِكَ الْحَقِّ: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾"

اس کے بعد تین مرتبہ: رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ.
اس کے بعد درود شریف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆☆

فکر امروز

...اور یہ معاشرتی برائیاں

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

اِنسان کی بہت ساری فطری ضروریات ہیں، اہم ضروریات میں روٹی کپڑا اور مکان ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد کھانے پینے کے ساتھ سب سے اہم ضرورت جنسی خواہش کو پوری کرنا رہتا ہے۔ جس طرح کھائے پیئے بغیر آدمی نہیں رہ سکتا اسی طرح جنسی ضرورت پوری کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: ”اے نوجوانوں! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح حدیث:5066۔ ج:3، ص422)۔

اسی لیے اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے، اسلام نے نکاح کے تعلق سے جو نظریہ پیش کیا ہے وہ نہایت جامع اور بے نظیر ہے۔ اسلام کی نظر میں نکاح "شادی" محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری ضروریات وجذبات کی تسکین، آسودگی کا نام نہیں ہے۔ انسان کی جس طرح بہت ساری فطری ضروریات ہیں اُن میں نکاح بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے اسلام انسان کو اپنی فطری natural ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جہاں چاہو جانوروں کی طرح منہ نہ مارو۔ شادی کے بغیر جنسی تعلق، physical relation, قائم کرنا حرام وگناہ ہے، گناہ ہے ، گناہ ہے۔ اسلام نے نکاح کو نسلِ انسانی کی بقا و تحفظ کے لیے ضروری بتایا ہے۔ اور نکاح کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔

لڑکا، لڑکی کا اپنی مرضی سے جنسی لذت حاصل کرنا اِنتہائی بے شرمی ہے:۔ شریعت مطہرہ نے اسلامی معاشرے کو جنسی بے راہ روی سے بچانے کے لیے تسکینِ شہوت (sex) کے لیے نکاح کا حلال راستہ بتایا! اور نکاح کی صورت میں ہم بستری وجسمانی تعلقات قائم کرنے کو نہ صرف حلال قرار دیا بلکہ ثواب بھی بتایا۔ جب کہ اس کے علاوہ تسکینِ شہوت کے دیگر تمام ذرائع کو حرام قرار دیا ہے۔ نیز نکاح چونکہ تسکینِ شہوت کا حلال ذریعہ ہے اس وجہ سے نکاح کا اعلان کرنے کا حکم دیا کہ مسجد میں نکاح کرو، نکاح کی ترغیب بھی دی ہے۔ تاکہ اس حلال و پاکیزہ بندھن، رشتہ ازدواج سے جڑنے والے افراد پر کسی کو تہمت لگانے کا موقع نہ ملے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے جو نسل انسانی کی بقا کا ذریعہ ہو۔

رسول کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”اس نکاح کا اعلان کرو (یعنی نکاح) اعلانیہ کرو اور اس پر دف بجایا کرو“۔

(سنن ترمذی حدیث:1089)۔

والدین اور معاشرے سے چھپ کر شادی کرنا معیوب ہے:۔ اپنی پسند کی شادی کرنا، والدین اور معاشرے سے چھپ کر شادی کرنا، خاندان وگھر والے جس شادی سے راضی نہ ہوں معاشرتی شرم وحیا کا باعث ہے اور نکاح کے مقصد کے بھی خلاف ہے ور سول گرامی کے فرمان کے بھی خلاف ہے کہ نکاح کا اعلان کرو مسجد میں نکاح کرو۔ چھپ چھپا کر شادی بے شرمی اور اپنی عزت کو نیلام کرنا، ماں، باپ کی عزت کو گروی رکھنا، معاشرے کی سب سے گھناؤنی بُرائی ہے۔ خصوصًا لڑکی کی جانب ایسا قدم اُٹھانا فطری حیا اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے؛ اس لیے شریعت نے اس کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ بالغہ لڑکی کفو میں اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے، شرعًا اس کی اجازت تو ہے۔ البتہ بہتر نہیں، اس میں دنیا و دین وآخرت کی تباہی ہے۔ ”کفو“ کا برابر ہونا، ذات میں برابر ہونا، ہم خاندان ہونا، ہم رتبہ ہونا، نسب کے لحاظ سے برابر ہونا، وغیرہ وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا مسلمان ہو، دیانت اور نسب ومال وپیشہ اور تعلیم میں لڑکی کا ہم پلہ ہو۔ اس سے کم نہ ہو، نیز کفائت میں مرد کی جانب کا اعتبار ہے یعنی لڑکے کا لڑکی کے ہم پلہ اور برابر ہونا ضروری ہے

وغیرہ۔ (" نوٹ" زیادہ معلومات کے لیے فقہ کی کتابیں، قانونِ شریعت، بہارِ شریعت ودیگر کتب فقہ کا مطالعہ فرمائیں)۔ بالغہ لڑکی اگر باضابطہ ہم کفو میں گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیتی ہے تو نکاح صحیح اور درست ہوجاتا ہے؛ تاہم بالغہ لڑکی کے ماں، باپ کی مرضی کے خلاف بھاگ کر نکاح، کورٹ میرج کرلینا انتہائی نامناسب ہے اور ماں ،باپ کی بے عزتی کرنا کرانا انتہائی نامناسب کام ہے، اس میں بہت سی قباحتیں ہیں چونکہ بھاگنے سے پہلے بالعموم ابتداء میں غلط تعلقات پیدا ہوتے ہیں؛ حرام کاریاں ہوتی ہیں، نکاح سے پہلے ہی جنسی تعلقات، physical relation, قائم ہوتے ہیں جوانی کے جوش و محبت میں غلط کام میں کوئی شرم وحیا باقی نہیں رہتی۔ اسی لیے اگر خاندان کے دیگر افراد ناراض ہوتے ہیں، تو ان کا ناراض ہونا بجا ہوتا ہے؛ لیکن جب اس لڑکی نے نکاح کرلیا اور اپنے سابقہ ناجائز تعلقات سے توبہ کرلیا تو اب خاندان و دیگر افراد کو بھی تعلقات استوار کرلینا بہتر ہے۔ قطع تعلق کی اسی حد تک اجازت ہے جب تک انسان گناہ پر بر قرار رہے۔

پسند کی شادی بعد میں پچھتاوئ:۔ عموماً پسند کی شادی میں جوانی کا جوش اور وقتی جذبات محرک بنتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان جذبات اور پسندیدگی میں کمی آنے لگتی ہے، نتیجتاً ایسی شادیاں ناکام ہوجاتی ہیں اور آگے چل کر "طلاق" کی نوبت آجاتی ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں خاندان والوں اور تجربہ کار والدین اور بزرگ حضرات کے صلاح و مشورے کے بعد طے کیے ہوئے رشتے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں۔ فریقین دولہا، دُلہن کے اوپر دونوں جانب سے دبائو قائم رہتا ہے، نرم، گرم، ان بن ہونے پر دونوں طرف کے گارجینس کی مداخلت سے سمجھا بجھاکر معاملہ رفع دفع ہو جاتا ہے، شریعت اسلامیہ نے یہی تعلیم دی ہے اور بالعموم شریف گھرانوں کا یہی طریقہ کار ہے۔ والدین کی کرائی گئی شادیاں دیرپا ہوتی ہیں وقت گزرتے زوجین میں محبت پروان چڑھتے رہتی ہے۔ بچوں، لڑکیوں، لڑکوں کو چاہیے کہ وہ شادی جیسے اہم رشتے کو کرنے جیسے بوجھ کو خود سے اُٹھانے کے بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کریں، ان کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہ اُٹھائیں۔

ناجائز شہوانیت سے اجتناب کے فوائد:

ہر مسلمان خاص کر مسلم بچے، بچیاں اپنی عزت وناموس کی حفاظت کریں اپنے ماں، باپ کو شرمندگی سے بچائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جائو بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت بُری راہ ہے۔

(القرآن، سورہ بنی اسرائیل 17: آیت 32 (کنزالایمان)

اس آیت میں زنا جیسے گناہ کی حرمت وخباثت کو بیان کیا گیا ہے "زنا" اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ وفساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز ایک خوفناک شکل میں پوری دنیا میں عذابِ الٰہی کی صورت میں پھیلتا جارہا ہے۔ حضور کی حدیث پاک ہے: اعلیٰ ترین ثواب یہ ہے کہ باوجود قدرت کے، خوفِ خدا کے باعث زنا نہ کرے۔ خاص طور سے اس وقت شہوت بھی پائی جارہی ہو اور زنا سے باز رہے تو یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ آگے حضور ﷺ نے فرمایا: جو عاشق ہوا اور پارسا رہا اور عشق کو چھپایا پھر مرگیا وہ شہید ہے۔

(اسلام امن عالم باب 4 ص 165)

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" شرم گاہ کی شہوت تمام انسانی شہوات پر غالب ہے اس کے نتائج ایسے بھیانک ہیں جن کے بیان سے شرم آتی ہے اور اظہار سے خوف لگتا ہے۔ آپ نے تصریح فرمائی کہ زنا اور نظرِ بد سے بچنے والوں میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں 1 اپنی عاجزی کے سبب 2 کسی خوف کے باعث 3 عزت وحشمت کے خیال سے 4 حیا شرم کی بنیاد پر اور ان تمام وجوہ سے بچنے والے کو کوئی خاص ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اِن میں ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے، ہاں ان مواضع میں بھی ایک فائدہ بہرحال ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ چاہے جس سبب سے ہو۔ آپ یہ بھی لکھتے ہیں شہوت انسانی عقل کی سب سے نافر مان چیز "زنا" ہے یعنی غصہ سے بھی زیادہ وغیرہ وغیرہ۔

(اسلام امن عالم باب 4 ص 165)

ماں، باپ کی ذمہ داریاں:۔ بچیوں اور لڑکوں پر بھی کڑی نظر رکھیں عمر ہونے پر جلد شادی کریں۔ جہیز اور زیادہ پڑھانے کی لالچ میں شادی میں دیر بالکل نہ کریں، بے حیائی بے شرمی کی محفلوں میں قطعی شریک نہ ہونے دیں، آج کے جو حالات ہیں ان میں ماں باپ بھی برابر کے ذمہ دار ہیں اور تاخیر سے شادی کرنا بھی ایک اہم سبب ہے۔ اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے آمین ثم آمین: *****

شعاعیں

ایصال ثواب کے شرعی تقاضے

مفتی نور محمد حسنی قادری

جو اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے قائم کردہ نظام پر عمل کرتے ہیں وہی لوگ ہدایت پاتے ہیں دنیا و آخرت میں ان کے لیے بھلائی ہے دنیا عارضی ہے حیات و موت اللہ کے اختیار میں ہے تو پھر کیوں نہ ہم خود اور اپنے بچوں کو اپنے دوست واحباب کو آخرت کی تیاری کرنے کی تلقین کریں

یاد رکھیں مرنے کے بعد ہمارے پاس ندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا حدیث شریف میں ہے کہ اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے بعد موت ہر انسان کو ایصال ثواب کی ضرورت پڑے گی قرآن و احادیث اور فقہی عبارات سے بین ثبوت ہے کہ مرنے کے بعد مردوں کو ثواب پہنچتا ہے دوست، واحباب، اولاد جو بھی کار خیر، صدقہ جاریہ کرتے ہیں اس کا ثواب مرحومین کو ضرور پہنچتا ہے

افسوس، ہم نے ایصال ثواب میں بھی دکھاوا اور سیاست کرنا شروع کر دیا ہے احادیث مبارکہ میں ایصال ثواب کا جو طریقہ بتایا گیا ہے اس کے خلاف کام کیے جا رہے ہیں تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں میں خوب شادی بیاہ کی طرف دوست و احباب کو دعوت دی جاتی اور خوب بریانی، کھلا کر اپنی واہ وائی کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے والد سے والدہ سے بیوی سے بھائی سے بہت محبت کرتے ہیں اللہ عقل سلیم دے

آپ یقین جانیں کہ ایصال ثواب کا اگر کوئی صحیح حق ادا کرتا ہے تو ہمارے علمائے کرام اور ائمۂ مساجد اور مدرسے کے طالب علم ہیں مرحوم کے مرنے کے بعد قبر پر مدرسہ کے طالب علم چالیس دن قرآن پڑھنے جاتے ہیں تیجہ، دسواں، چالیسواں تک مسجد کے امام فاتحہ خوانی کرنے آتے ہیں گھر والوں کا تو بس رول یہ ہوتا ہے کہ اچھے اچھے پکوان بنا کر لوگوں کے سامنے رکھنا ہے

(اہم نقطہ) جتنا پیسہ ہم اپنے مرحوم کے کھانے پینے میں خرچ کرتے ہیں اگر صرف اس کا آدھا پیسہ مسجد، مدرسہ، پر خرچ کر دیں تو ماشاء اللہ ہماری مسجدیں اور مدرسے عالی شان اور خوبصورت دکھائی دیں گے۔

مغفرت کی دعا کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ

شورہ الحشر رکوع 4

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، رحمت والا ہے اور تو اپنی مہربانی اور رحم کے صدقے ہماری اس دعا کو قبول فرما۔

(روح البیان، الحشر، تحت الآیۃ: 9،10 / 437-436)

اپنے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ دعائے مغفرت صرف مومنین کے لیے کی جائے ۔

کیا مُردوں کو ثواب پہنچتا ہے؟ حضرتِ سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ہم اپنے مُردوں کے لیے دُعا کرتے اور اُن کی طرف سے صَدَقہ اور حج کرتے ہیں، کیا اُنہیں اِس کا ثواب پہنچتا ہے؟ سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ لَيَصِلُ اِلَيْهِمْ وَ يَفْرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالْهَدِيَّةِ اُنہیں اِس کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ اِس سے ایسے ہی خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص تحفے سے خوش ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری، ج6، ص305)

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ: جو کوئی تمام مومن مَردوں اور عورَتوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے ہر مومن مرد و عورت کے عِوَض ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

(مسندُ الشّامیین لِلطَّبَرانی ج 3، ص234، حدیث 2155)

ایک بُزُرگ نے اپنے مرحوم بھائی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: کیا زِندہ لوگوں کی دُعا تم لوگوں کو پہنچتی ہے؟ مرحوم نے جواب دیا: ”ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ نورانی لباس کی صورت میں آتی ہے اسے ہم پہن لیتے ہیں۔“ (شَرحُ الصُّدُور ص305)

ایک بُزُرگ نے اپنے مرحوم بھائی کو خواب میں دیکھ کر

noormohdhasani@gmail.com

پوچھا: کیا زِندہ لوگوں کی دُعا تم لوگوں کو پہنچتی ہے؟ مرحوم نے جواب دیا: "ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ نورانی لباس کی صورت میں آتی ہے اسے ہم پہن لیتے ہیں۔" (شرحُ الصُّدُور ص305)

مَنقُول ہے: جب کوئی شخص میّت کو ایصالِ ثواب کرتا ہے تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اسے نورانی طباق میں رکھ کر قبر کے کنارے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں: "اے قبر والے! یہ ہدِیّہ (یعنی تحفہ) تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے قبول کر۔" یہ سن کر وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے پڑوسی اپنی محرومی پر غمگین ہوتے ہیں۔ (ایضًا ص308)

مگر افسوس ہم اپنے عزیز کو دفنانے کے بعد بے پرواہ ہوجاتے ہیں خدارا اپنے مرحومین پر رحم کرو۔

صدقہ جاریہ: حضرتِ سیِّدُنا سعد بن عُبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری ماں انتقال کر گئی ہیں (میں اُن کی طرف سے صدقہ (یعنی خیرات) کرنا چاہتا ہوں) کون سا صدقہ افضل رہے گا؟ سرکار ﷺ نے فرمایا: "پانی" چنانچہ اُنہوں نے ایک کُنواں کھدوایا اور کہا ھٰذہ لِاُمِّ سَعد "یہ اُمِّ سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لیے ہے۔" (ابوداؤد ج2، ص180، حدیث1681)

جب قبرستان سے گزریں: جب بھی قبرستان کے طرف سے گزریں یا کسی کے جنازے میں جائیں تو قرآن کی کچھ سورتیں، درود شریف پڑھ کر مردوں کو ضرور ایصال ثواب کیا کریں ہمارے ایصال ثواب کی مردوں کو بہت ضرورت ہے۔

حضرتِ علّامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قُرطُبی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نقل کرتے ہیں: حضرتِ سیدنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوکر ایک عورت نے عرض کی: میری جوان بیٹی فوت ہوگئی ہے، کوئی طریقہ ارشاد ہو کہ میں اسے خواب میں دیکھ لوں۔ آپ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے اُسے عمل بتادیا۔ اُس نے اپنی مرحومہ بیٹی کو خواب میں تو دیکھا، مگر اس حال میں دیکھا کہ اُس کے بدن پر تار کول (یعنی ڈامر) کا لباس، گردن میں زنجیر اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں! یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر وہ عورت کانپ اُٹھی! اُس نے دوسرے دن یہ خواب حضرتِ سیدنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کو سنایا، سن کر آپ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ بہت مغموم ہوئے۔ کچھ عرصے بعد حضرتِ سیدنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے خواب میں ایک لڑکی کو دیکھا، جو جنّت میں ایک تخت پر اپنے سر پر تاج سجائے بیٹھی ہے۔ آپ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کو دیکھ کر وہ کہنے لگی: "میں اُسی خاتون کی بیٹی ہوں، جس نے آپ کو میری حالت بتائی تھی۔" آپ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے فرمایا: اُس کے بقَول تو تُو عذاب میں تھی، آخر یہ انقلاب کس طرح آیا؟ مرحومہ بولی: قبرستان کے قریب سے ایک شخص گزرا اور اس نے مصطفٰی جانِ رحمت ﷺ پر دُرُود بھیجا، اُس کے دُرُود شریف پڑھنے کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم پانچ سو ساٹھ قبر والوں سے عذاب اُٹھالیا۔

مردوں کی تعداد کے برابر ثواب: فرمانِ مصطفٰی ﷺ: جو قبرستان میں گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر مُردوں کو اس کا ایصالِ ثواب کرے تو مُردوں کی تعداد کے برابر ایصالِ ثواب کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا۔ (جَمْعُ الجَوامِع لِلسُّیُوطی ج7، ص285، حدیث23152)

دعاے مغفرت کی برکت: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالی ایک نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرمائے گا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! کہاں سے یہ مرتبہ مجھ کو ملا؟ تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ تیرے بیٹے نے تیرے لیے مغفرت کی دعا مانگی ہے اس لیے تجھے یہ درجہ ملا ہے۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، 440/1، حدیث: 2345)

ابوبکر رشیدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد طوسی معلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابو سعید صفّار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہہ دینا کہ ہمارا تمھارا تو معاہدہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے تو ہم تو نہیں بدلے مگر تم بدل گئے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے ابو سعید صفّار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا کہ کیا بتاؤں میں ہر جمعہ کو ان کی قبر کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا اور کچھ ایصالِ ثواب کیا کرتا تھا لیکن اس جمعہ کو میں نہیں جا سکا اسی کی ان کو مجھ سے شکایت ہوگئی ہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الثامن، بیان منامات المشائخ، 267/5)

کیا روحیں گھر آتی ہیں؟ حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے: مؤمنین کی رُوحیں روزِ عید، روزِ عاشورا، رَجب کے مہینے کے پہلے جمعہ اور شب براءت کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور کہتی ہیں: آج کی رات (ہمارے ایصال ثواب کی نیت سے) صدقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو! اگرچہ ایک روٹی ہی سہی، کیونکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ اگر گھر والے ایصالِ ثواب نہ کریں تو وہ حسرت کے ساتھ لوٹ جاتی ہیں۔ (الجنۃ والنار وفقد الاولاد، ص33) **(باقی ص:26 پر)**

ترغیبِ عمل

عرس ایک تربیت گاہ ہے

مفتی توفیق احسن برکاتی

کسی بھی عظیم انسان کا دنیا میں آنا اور دنیا سے جانا بطور یادگار باقی رکھا جاتا ہے تاکہ اس کا نام زندہ رہے، اس کے احوالِ حیات اور علمی و تحقیقی آثار سے پوری قوم کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہے اور اس کے افکار سے افادہ اور استفادہ کا سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ایسا عالی دماغ، صالح فکر اور منفرد کمال والا انسان اپنی کتابوں میں زندہ رہتا ہے یا سینہ بہ سینہ اس کے افکار کی منتقلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے اسے خراج تحسین پیش کرنے اور اس کی یادگار منانے کی غرض سے یا تو اس کی پیدائش کے دن کو خاص کیا جاتا ہے یا اس کے وصال کی تاریخ میں کوئی یادگار مجلس ہوتی ہے، ایسے بے شمار ایام [مثلاً یوم تعلیم، یوم اساتذہ، یوم خواتین، یوم مادر، یوم اردو، یوم کتاب، یوم مزدور وغیرہ] جو دنیا بھر میں مشہور و مختص ہیں ان کا مجموعی طور پر مقصد وہی ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔

"عرس" کا ظاہری مقصد بھی وہی ہے جو دیگر ایام کا ہے اور باطنی مقصد اس پر مستزاد کہ اس میں قرآنی آیات کی تلاوت اور صاحب عرس کو ایصال ثواب ہوتا ہے، دن، تاریخ کا تعین اور مجالس کا اہتمام دیگر تقریبوں جیسا ہوتا ہے، شریعت کی نگاہ میں یہ ایک جائز و مستحسن کام ہے اور اجر و ثواب کا ذریعہ بھی۔ اس میں نہ کسی مخرب اخلاق رسم کی گنجائش ہے نہ ممنوعِ شرع کام کی۔ اگر ایسا کوئی کام عرس کے نام پر ہوتا ہے تو وہ غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہے۔

عرس کا اہتمام ان باکمال اشخاص کے مزار پر بھی ہوتا ہے اور دنیا کے مزید خطوں میں بھی اس طرح کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں، یوں ان کے تذکار زندہ ہیں اور ان کی ذات سے علمی اور روحانی استفادہ ہوتا رہتا ہے، ان جگہوں میں بطور خاص اللہ عزوجل سے دعائیں کی جاتی ہیں اور قبول بھی ہوتی ہیں۔ عوام و خواص دونوں کو ان کے ظرفوں کے مطابق فائدہ ملتا ہے۔ مشہور فقیہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب "ردالمحتار" کے مقدمہ میں امام شافعی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں:

"میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں، اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعت پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جاکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہو جاتی ہے۔" (ردالمحتار، مقدمۃ الکتاب، مطلب یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل، ص:135، ج:1)

عرس پر اعتراض کرنے والوں کا کہنا ہے کہ وہاں خلافِ شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور بعض اعراس میں مرد و زن کا اختلاط بھی عام ہے اور بھی بہت سی خرافات ہوتی ہیں اس لیے عرس ناجائز اور غیر شرعی کام ہوا۔ ان سے عرض ہے کہ آپ نے بالکل غلط استدلال کیا ہے، اگر کچھ غیر شرعی امور عرس کی مجالس میں دکھائی دیتے ہیں تو وہ امور ناجائز ٹھہریں گے نہ کہ عرس کی پاکیزہ تقریبات۔ اگر انگلیوں میں زخم ہو جائے تو انھیں کاٹ کر الگ نہیں کیا جاتا بلکہ ماہر سرجن سے اس کا علاج کیا جاتا ہے یا بدن میں کہیں ناسور پیدا ہو جائے تو انسان کی گردن نہیں کاٹی جاتی بلکہ ناسور کو جڑ سے ختم کرنے کا جتن کیا جاتا ہے۔ ایک مثال اور دیکھ لیں، نکاح سنت ہے اور انسانی کی طبعی ضرورت بھی کیوں کہ اس کے بغیر نسل انسانی کا ستھرا ارتقا نہیں ہو سکتا۔ اب اگر نکاح کی مجلسوں میں کچھ غیر شرعی اور غیر اخلاقی امور شامل کر لیے جائیں یا ناجائز رسموں کی جکڑبندیوں میں نکاح کی پاکیزگی کو سسکنے دیا جائے تو اس کی وجہ سے نکاح ناجائز و حلام نہیں ہو جاتا؟ بعینہ یہی حال عرس کا بھی ہے، ہم اپنی سمجھ کا قبلہ درست رکھیں تو اس طرح کا بے بنیاد استدلال کرنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ اگر کسی کو مشہور ہونے کا رشدی آئیڈیا چاہیے تو ان غلط رسموں کی بنیاد پر نکاح کے حرام ہونے کا فتویٰ دے ڈالے تب تو تسلیمہ نسرین اس کی کنیز اور وسیم رضوی اس کا غلام۔

غیر شرعی امور ہر جگہ ناجائز ہیں اور شریعت کی معمولی سمجھ رکھنے والا مسلمان انھیں جائز نہیں کہہ سکتا، نہ کسی عالم وفقیہ میں اتنی جرأت ہے کہ انھیں جائز ٹھہرائے اس لیے وہ کام نکاح میں ہوں یا عرس میں ناجائز ہی سمجھے جائیں گے لیکن ان کی وجہ سے نکاح یا عرس قابل گردن زدنی ہرگز نہیں ہوگا۔

یاد رکھیں! یہ جواب اہم ضرور ہے لیکن ہماری عملی زندگی میں اس کے شواہد بھی نظر آنے چاہئیں، اگر واقعی نکاح یا عرس کی محفلوں میں خلافِ شرع امور اور رسمیں شامل ہوگئی ہیں تو سب سے پہلی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان پاکیزہ محفلوں کو ایسی خرافات سے پاک کیا جائے اور خلافِ شرع کاموں سے خود کو بچایا جائے اور جائز حدود میں رہ کر اعمال واشغال ان میں شامل کیے جاسکتے ہیں۔ نکاح کی اصلاحات پر کسی اور مضمون میں اظہارِ خیال ہوگا، سردست عرس پر گفتگو کرتے ہیں، جہاں تک راقم کا خیال ہے کہ عرس محض ایصال ثواب کی ایک یادگار محفل نہیں ہے، اس کے سوا بھی بہت کچھ ہے، حقیقت میں عرس ایک بہت بڑی تربیت گاہ ہے۔ جہاں انسانی اعمال واشغال کی اصلاح اور تہذیبی تربیت ہوسکتی ہے اور شریک ہونے والوں کے ذہن وفکر میں عقائد اسلامی کے بنیادی نکات بٹھائے جاسکتے ہیں اور انھیں عقیدہ وعمل میں پختہ کار بنایا جاسکتا ہے۔

عام طور پر عرس کسی نہ کسی خانقاہ میں ہوتا ہے یا عرس ہوتے ہی ایک خانقاہ تشکیل پا جاتی ہے، خانقاہیں ایک روحانی تربیت گاہ ہیں جہاں انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت ہوتی ہے اور اسے شریعت وطریقت کی راہوں پر چلنے کا گر سکھایا جاتا ہے، اسے مجاہدہ کرنا ہوتا ہے، نفس کشی کی عملی تربیت سے گزرنا پڑتا ہے، تب جاکر اسے مذہبی وروحانی عروج ملتا ہے اور اس کا شمار مخلصین مومنین میں ہونے لگتا ہے۔

یاد رکھیں! اس تربیت کا آغاز شرعی طور پر من جانب اللہ ایک بندۂ مومن پر لازم ہوئے فرائض کی کامل ادائیگی سے ہوتا ہے، ان میں نماز، روزہ، حج، زکات اور دیگر فرائض وحقوق کی ادائیگی کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ ان تمام فرائض کی یاد دہانی پہلے مرحلے میں عرس کی محفلوں میں کرانی اور ان کا انتظام کرنا لازم ہے، عرس دین فہمی کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے، جہاں اسلامی تہذیب وثقافت کی عملی تربیت کرائی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ منتظمین عرس خود دین فہم اور روشن دماغ ہوں اور خدمت خلق اور تبلیغ دین کا جذبۂ صادق رکھتے ہوں، ان کی زندگی میں اسلامی تشخص کی نورانیت جھلکتی ہو، عوام وخواص انھیں احترام اور عقیدت کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کے قول وقرار کو اہمیت دیں۔ جہاں تک راقم کا مشاہدہ ہے ہندوستان میں جو بڑے اعراس ہوتے ہیں تین چار کو چھوڑ کر اکثر کے سجادہ اور ذمہ داران نہ علم دوست ہیں نہ دین فہم اور نہ ہی شریک ہونے والوں کو دین سے قریب کرنے کا ان کے پاس کوئی پلان ہوتا ہے، اس لیے ان کی زبانوں پر فیوض وبرکات اور روحانیت، طریقت اور تصوف جیسے الفاظ ہوتے ہیں لیکن اسلامی شریعت، فرائض وواجبات کی ادائیگی، حقوق انسانی کی شناخت، شرعی تقاضوں کی تکمیل اور مذہبی پالیسیوں کی باتیں نہ کے برابر ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف جہاں اعراس کا انتظام وانصرام اہل علم اور اربابِ کمال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے وہ حتی المقدور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے اعراس میں ان تمام باتوں کی تلقین کی جائے، لوگوں کو ان کا دین سکھایا جائے، انھیں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے آگاہ کیا جائے اور انھیں مذہبی تقاضوں کو پورا کرنے کا ذہن دیا جائے۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ جب ایک عرس کے انتظام میں لاکھوں کا صرفہ آتا ہے تو ان کا زیاں بالکل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ لازم ہے کہ اعراس کو غیر شرعی رسوم اور خلاف ادب حرکتوں سے پاک رکھا جائے تاکہ کسی کو ان امور کی بنیاد پر الزام تراشی کا موقع نہ ملے، ایک ایسا پاکیزہ اجلاس منعقد ہو جہاں صاحب عرس کے دینی وملی کارناموں کا بیان ہو اور اس کے جائز روحانی مقام ومرتبہ کی وضاحت کی جائے۔ کوئی ایسی سنجیدہ بزم مذاکرہ بھی منعقد ہو جہاں امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر اربابِ علم ودانش کو بیٹھ کر سوچنے اور کوئی مضبوط لائحہ عمل تیار کرنے کا وقت ملے اور عرس میں شریک ہونے والوں کو قیمتی نصیحتوں اور پیغاموں کا تحفہ دے کر رخصت کیا جائے۔ اعراس کو مرد وزن کے اختلاط سے پاک رکھا جائے کیوں کہ اسی سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور عرسوں میں ہمارا اجتماع مسئلہ پیدا کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ اس کے حل کے لیے ہوتا ہے۔ عرس کے تقدس کی حفاظت ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

اوپر بیان ہوئی تجاویز ایسی نہیں کہ منتظمین عرس کو ان باتوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے الگ سے کوئی مشقت خیز کام کرنا پڑے بس اپنی توجہات کا رخ ان مفید، مثبت اور سنجیدہ تعمیری کاموں کی طرف موڑنا ہوگا اور مسلسل کوشش کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی میسر آئے گی۔ ☆☆☆

بزم تصوف

چھٹی قسط

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی
چند تصانیف و ملفوظات

مبارک حسین مصباحی

لطائف اشرفی کا اصل فارسی نسخہ:

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہٗ نے جو قدیم فارسی نسخہ شائع فرمایا، یہ کہاں سے دستیاب فرمایا، ہمیں بر وقت اس کا کوئی علم نہیں۔

ایک قدیم فارسی نسخہ جائس شریف میں موجود تھا وہ حضرت علامہ سید موصوف اشرف اشرفی الجیلانی مصباحی بسکھاروی علیہ الرحمہ کو حاصل ہوا، آپ سے بسکھاری شریف کے حضرت سید نظام اشرف اشرفی جیلانی ایڈوکیٹ بسکھاروی علیہ الرحمہ کو دستیاب ہوا، آپ نے اپنے بھتیجے معین المشائخ حضرت علامہ سید معین الدین اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کو عطا فرمایا، آپ کے توسط سے رضا اکیڈمی کے بانی و جنرل سکریٹری عالی جناب الحاج سعید نوری دام ظلہ العالی کو حاصل ہوا، آپ نے اور حضور معین المشائخ دامت برکاتہم القدسیہ نے مشترکہ طور پر حضرت علامہ سید محمد جامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی کو ترجمہ کرانے کے لیے پیش کیا، اب اس نسخے پر کام شروع ہو چکا ہے، تفصیل آگے ہے:

حضرت سید شاہ مظہر الدین اشرف ایم اے علیگ بسکھاروی شریف لکھتے ہیں:

> "افسوس ہے کہ اس ضخیم تالیف کا کوئی معتبر نسخہ راقم الحروف کو دستیاب نہ ہو سکا۔ تکیہ شریف کاظمیہ کاکوری کے کتب خانہ میں ایک نسخہ 1229ھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے جس کے خاتمہ پر لکھا ہے کہ 1217ھ کے قلمی نسخے سے مقابلہ کیا گیا۔ اس کتاب کے بھی آخری اوراق گم ہیں۔ ایک قدیم نسخہ لطائف اشرفی کا کتب خانہ سرکاری ریاست رامپور میں ہے مگر کتابت تحریر نہیں۔ کتاب کے مالکان قدیم میں کوئی صاحب وصی علی نام کے تھے۔ ان کے قلم سے 1271ھ سرورق پر لکھا ہوا موجود ہے۔ ظاہراً یہ نسخہ بھی تکیہ شریف کے نقل سے مؤخر ہے۔ ایک نامکمل نسخہ اس نایاب تالیف کا شیخ عبد اللطیف صاحب سفیر صدیقی بجنوری کے کتب خانہ میں 1150ھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اس کے خاتمہ پر تحریر ہے۔ کاتب الحروف فقیر حقیر رحیم اللہ خطیب و مؤذن مسجد جامع قصبہ یکدلہ سرکار کڑا مضاف صوبہ الہ آباد بتاریخ نہم شہر ربیع الاول 1150ھ ایک ہزار و یک صد و پنجاہ ہجری المقدس مطابق سنہ نوروز دہ جلوس والا محمد شاہ بادشاہ غازی روز دوشنبہ یک پاس روز برآمدہ تحریر یافت۔ سخت افسوس ہے کہ اس جلد میں ابتدائی پندرہ لطائف غائب ہیں۔ اور کتاب کا آغاز لطیفہ شاز دہم کے آخری حصہ سے ہوتا ہے۔" (لطائفِ اشرفی اول، ص:21، مطبوعہ مخدوم اشرف اکیڈمی، کچھوچھہ شریف)

حضرت نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی تحریر کرتے ہیں کہ 1978ء میں سبز پوش لائبریری میں اصل فارسی نسخہ مل گیا، احوال آگے آ رہے ہیں۔

ہند و پاک سے فارسی نسخے کی طباعت:

برصغیر میں اصل فارسی نسخہ 1295ھ/1878ء میں ایک جلد میں نصرۃ المطابع دہلی سے شائع ہوا، اس کی اشاعت میں بنیادی کاوشیں اشرف المشائخ حضرت سید اشرف، اشرفی جیلانی کچھوچھوی اور اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے فرمائیں۔ اخراجات نواب خان بہادر کلب حسن نواب رام پور نے برداشت کیے۔ 1297ھ/1881ء میں دو جلدوں میں نصرۃ المطابع دہلی سے اشاعت ثانی ہوئی۔ مکمل صفحات 869 ہیں، پہلی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

جلد میں 412 اور دوسری جلد میں 457 صفحات ہیں۔

انھیں دو جلدوں کو کراچی پاکستان سے حضرت الحاج ڈاکٹر پیر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی جیلانی نے شوال المکرم 1419ھ/فروری 1999ء میں مکتبۂ سمنانی، فردوس کالونی کراچی سے شائع فرمایا۔ انتشارات۔ حلقۂ اشرفیہ، پاکستان رجسٹرڈ، کراچی، لاہور۔

پہلی جلد فارسی کے آغاز میں پیر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی جیلانی کے احوال اور خدمات پر حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری اشرفی چشتی سیالوی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے بزبان فارسی نقشِ تحریر ثبت فرمایا ہے، عنوان ہے "**معرفی بدر اشرفیت حضرت الحاج الحافظ دکتر پیر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی دامت برکاتہم امیر حلقۂ اشرفیہ پاکستان**" تحریر کی تاریخ ہے 18 رجب المرجب 1419ھ/8 نومبر 1998ء بروز اتوار۔

دوسری جلد کے آغاز میں محقق اہلِ سنت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور نے گراں قدر تحریر رقم فرمائی ہے۔

"**ہدیۂ تبریک و تہنیت بحضور پیر طریقت دکتر محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مد ظلہ العالی**"۔ ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نے خاص لب و لہجے میں لطائف اشرفی کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ یہ کتاب طالبانِ راہِ سلوک کے لیے بڑی بیش بہا ہے۔ آپ نے تصوف کی شرعی حیثیت اجاگر فرمائی ہے اور معاندین تصوف اور مخالفین صوفیا پر وقیع تبصرہ سپردِ قلم فرمایا۔ آپ نے خانقاہ اشرفیہ کراچی کے سرپرست اعلیٰ پیر طریقت ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف اشرفی جیلانی کی بارگاہ میں خصوصی خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ تحریر 22 ذوالحجہ 1419/10 مارچ 1999ء کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

ہماری معلومات میں بس یہی فارسی اشاعتیں ہیں، اگر اور کہیں سے شائع ہوئی ہو تو ہمارے علم میں نہیں ہے۔

حضرت سید شرف الدین اشرف بسکھاری تحریر فرماتے ہیں:

"لطائف اشرفی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے وصال کے بعد 1297ھ میں پہلی بار نصرت المطابع دہلی سے زیور طباعت سے آراستہ ہوئی لیکن اب اس کے نسخے نایاب ہیں۔ اس کی طباعت میں کئی لطیفے غائب اور کئی جگہ عبارت بدل دی گئی ہے۔ اس نسخے کے بارے میں سید شمیم اشرف فرماتے ہیں:

" ارباب تعصب نے مادی مفاد کی خاطر اس کے معنوی چہرے کو کھرچنے کی کوشش کی ہے۔"

یہ بات قریں از قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ صاحب تالیف خود رقم طراز ہیں:

"خوارق عادات مخدوم زادہ میر سید حسین اور خوارق عادات حضرت صاحب سجادہ (حضرت نور العین) جو حضرت قدوۃ الکبریٰ کی رحلت کے بعد صادر ہوئیں۔ ان لطائف شریفہ میں اندراج کیں۔"

لیکن بقول سید شمیم اشرف:

"بڑے معنی خیز انداز میں حضرت قدوۃ الکبریٰ کی رحلت کے بعد یہ لطائف شریفہ ارباب تعصب کے حاسد قلوب کی گہرائی میں نقش خطی کی طرح سو جاتے ہیں۔" (سید اشرف جہانگیر شخصیت و افکار بحوالہ لطائف اشرفی مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف، ص:18)

لطائف اشرفی کے اردو تراجم:

9 لطائف کا ترجمہ:

حضور محدث اعظم ہند کے والد ماجد حضرت شیخ علامہ حکیم سید شاہ نذر اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ نے ابتدائی 9 لطائف کا ترجمہ فرمایا، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ فارسی اشعار کا ترجمہ اردو اشعار میں فرمایا، بفضلہ تعالیٰ حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ نے **ماہ نامہ اشرفی کچھوچھہ مقدسہ** میں اسے قسط وار شائع فرمایا۔ یہ 9/ لطائف کا خوب صورت ترجمہ آج بھی دستیاب ہے۔

9 لطائف کا ترجمہ:

حضرت سید شرف الدین اشرفی جیلانی بسکھاروی تحریر فرماتے ہیں:

مولانا سید شاہ عبد الحیٔ اشرف سجادہ نشیں و متولی درگاہ کچھوچھا مقدسہ نے خود 9 لطائف کا ترجمہ کیا جواب ناپید ہے۔

(مقدمہ لطائف اشرفی از سید شرف الدین اشرف بسکھاری، ص:19)

لطائف اشرفی اردو تلخیص مطبوعہ پاک و ہند:

اس ترجمہ میں چند لطائف اور چند روحانی مباحث کو ترک کر دیا گیا ہے، یہ در اصل لطائف اشرفی کے اکثر لطائف کا ترجمہ ہے۔ یہ وقیع لطائف اشرفی انٹرنیشنل پریس کراچی، پاکستان سے دو جلدوں میں

شائع ہوئے، اس وقت پیش نظر مطبوعہ ہند میں دونوں حصوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ حصہ اول 338 صفحات پر ہے، حصہ دوم کے صفحات 270 ہیں۔ بحیثیت مرتب شیخ طریقت حضرت سید شاہ مظہر الدین اشرف اشرفی جیلانی کا اسم گرامی ہے۔ ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی، بسکھاری شریف، امبیڈکر نگر یوپی ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود تاریخ اشاعت نہیں مل سکی۔ برسوں پہلے اس کا ایک نسخہ فخر المشائخ حضرت سید شاہ حکیم فخر الدین اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں درگاہ کچھوچھہ مقدسہ نے کسی ذریعہ سے ہمیں بھجوایا، اسی کا ایک نسخہ حضرت مرتب سید شاہ مظہر الدین اشرف دام ظلہ العالی نے کچھوچھہ مقدسہ کی درگاہ میں اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا۔

ترجمہ فصیح اور رواں دواں ہے، لطائف کے محققانہ اور صوفیانہ مفاہیم بڑے آسان اور زود فہم انداز سے سپردِ قلم فرمائے ہیں غوث العالم علوم و معارف کے تاج دار تھے، آپ کے لطائف میں عام فہم مسائل و احوال بھی ہیں اور صوفیانہ حقائق و دقائق بھی، مترجم نے اگرچہ علمی دقیقہ سنجیوں کو ترک کر دیا ہے مگر معارف تصوف کو پڑھنا اور سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

مخدوم اشرف اکیڈمی بسکھاری شریف کی مطبوعہ لطائف اشرفی کا مقدمہ شیخ طریقت حضرت سید شاہ مظہر الدین اشرف نے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے احوال بڑی جامعیت سے تحریر فرمائے ہیں۔ مرتب لطائف حضرت شیخ نظام الدین غریب یمنی کی مختصر سیرت ہے اور لطائف اشرفی فارسی نسخوں پر انتہائی مختصر مگر تحقیقی بحث ہے جو ما قبل میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

معاون خاص حضرت مولانا عزیز یعقوب ضیائی ندوی قادری اشرفی ساکن کچی باغ بنارس ہیں۔ آپ نے سید العارفین حضرت علاء الحق والدین پنڈوی قدس سرہ کے احوال تحریر فرمائے اور شاید انھیں کے قلم سے تفصیلی "تذکرہ و تعارف" ہے۔ دونوں تحریریں معلومات افزا تاریخی اور تحقیقی ہیں۔

ص:108 پر "**اضافہ از مترجم**" ہے جو من و عن حسب ذیل ہے:

"خلاصہ نگار عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا ساٹھ لطائف میں سے لطیفہ 22 (ترک سلطنت) 23 (ظفر آباد) 24 (امراء و سلاطین سے ملاقات) 25 (عجائب روزگار) 55 (کرامات حضرت) 56 (تفویض مقام) 57 (سفر اودھ) 59 (وفات) 60 (بشارت بعض خلفا) کا ماحصل مقدمۃ الکتاب میں درج ہو چکا ہے، تکرار کی حاجت نہیں اور لطیفہ (اصلاحات تصوف) 16 (شطحیات مشائخ) 18 (زلف و خال) 19 (شرح اشعار) 52 (نسب نبوی) 53 (تذکرہ بعض صحابہ و تابعین) 54 (ذکر شعرائے صوفی) 33 (اصناف امت) کا خلاصہ حذف کیا گیا۔ کیوں کہ اصطلاحات تصوف اور شطحیات وغیرہ کی شرح عوام کے لیے مفید ہیں اور جناب رسالت پناہ ﷺ و حضرات صحابہ کے احوال میں اتنی ضخیم کتابیں زبان اردو میں موجود ہیں کہ ان پر اضافہ کی ضرورت نہیں۔ لطیفہ 21 (قضا و قدر) لطیفہ 27 کا جزو ہے۔ لہٰذا اس کا مختصر حصہ دلائل وحدت وجود میں شامل کر دیا گیا منطق و فلسفہ کے پیچیدہ و مسائل اور دقیق مضامین حتی الامکان ہر لطیفہ سے حذف کر دیے گئے اور صرف وہی فوائد اخذ کیے گئے ہیں جو عوام یا زیادہ سے زیادہ متوسطین کے ذہن نشین کیے جا سکیں۔"

مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف کے آغاز میں یہ سطریں بھی مطبوعہ ہیں:

ترجمہ: تاج العارفین زبدۃ الکاملین افضل العلما حضرت علامہ مولانا حکیم سید شاہ عبد الحئی اشرف الاشرفی الجیلانی علیہ الرحمۃ سابق سجادہ نشیں و متولی درگاہ کچھوچھہ مقدسہ۔

و مشیر احمد صاحب کاکوروی لکھنوی بعہد سجادگی تاجدار اہل سنت، شیخ طریقت، گل گلزار اشرفیت، فخر المشائخ حضرت مولانا سید شاہ حکیم فخر الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی سجادہ نشیں و متولی درگاہ کچھوچھہ مقدسہ۔

مرتب: شیخ طریقت قائد اہل سنت مظہر المشائخ حضرت سید شاہ مظہر الدین اشرف الاشرفی الجیلانی ایم۔ اے علیگ، مدیر اعلیٰ رسالہ پیغام اشرف کچھوچھہ مقدسہ

لطائف اشرفی:

حضرت شیخ نذر اشرف محمد ہاشم رضا اشرفی نیک سیرت اور بلند اخلاق شخصیت ہیں، آپ کی ولادت شیخ المشائخ حضور سید شاہ محمد علی حسین اشرفی قدس سرہٗ کی دعا سے ہوئی، مرید ہونے کے بعد کچھوچھہ مقدسہ آپ کی حاضری ہوتی رہی ، اس کے بعد خلافت و اجازت سے بھی سرفراز ہوئے۔ لطائف اشرفی کا نام آپ نے بار بار سنا مگر زیارت نہ کر سکے، بعد میں دبئی میں قیام پزیر رہے۔ ایک بار انڈیا آئے تو گورکھ پور میں حضور سبز پوش قدس سرہٗ کی لائبریری میں فارسی نسخہ دستیاب ہو گیا۔

حضرت شیخ نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی نے لطائف اشرفی اردو مطبوعہ پاکستان کے پیش لفظ میں تحریر فرمایا ہے، ہم چند اقتباس نقل کرتے ہیں:

> "لطائف اشرفی کی تلاش تو ایک عرصے سے تھی۔ ایک بار جب دبئی سے ہندوستان گیا تو خوش قسمتی سے گورکھ پور میں ہمارے محترم خالو قاضی خلیل الرحمٰن کی وساطت سے جناب سبز پوش کی لائبریری میں لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ مل گیا۔ یہ 1978ء کی بات ہے۔ احقر نے ان بزرگوں سے اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی کی اجازت لے لی اور وہ نسخہ اپنے ساتھ دبئی لے گیا، وہاں سے فوٹو کاپی کروا کے اصل نسخہ واپس بھیج دیا گیا۔ اور فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ کر لی گئی۔
>
> جب اس کتاب کو پڑھنا چاہا تو اس کی گہری معنویت سے لبریز فارسی زبان کی تفہیم مشکل محسوس ہوئی چوں کہ یہ عاجز فارسی سے معمولی واقفیت رکھتا ہے، لہٰذا لطائف اشرفی کو پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر رہا، چناں چہ خیال یہ پیدا ہوا کہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ مخلوق خدا اور بالخصوص وابستگان عرفان و تصوف کے استفادے اور سہولت کے لیے کیوں نہ اس کا اردو ترجمہ کروالیا جائے۔

مکمل ترجمہ کی اولین کوشش:

لطائف اشرفی کے اردو ترجمہ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار جب اس عاجز نے اپنے احباب سے کیا تو انھوں نے اس کام کے لیے حضرت [علامہ شمس الحسن] شمس بریلوی کو موزوں ترین قرار دیا۔ جب حضرت شمس بریلوی سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوش دلی سے ترجمہ کی حامی بھر لی

کسی قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی سے براہِ راست ترجمہ کرنا کتنا دشوار کام ہے، اہلِ علم اس سے بخوبی واقف ہیں، لیکن حضرت شمس بریلوی نے (جو مستند مترجم کی حیثیت رکھتے تھے) نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کے فرید الدین صاحب کے تعاون سے اس کی کتابت بھی کروائی، کتاب طباعت کے لیے تیار کر کے ہماری مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا۔

اسی دوران احقر کو اپنے پیر و مرشد کی کرم نوازی سے لطائف اشرفی کا فارسی والا مستند مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا جو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے نصرت المطابع دہلی سے طبع کروایا تھا اور لطائف اشرفی کے اول 9/ لطائف کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہو گیا جو حکیم سید نذر اشرف صاحب نے کیا تھا۔ چناں چہ یہ ضروری ہو گیا کہ حضرت شمس بریلوی کے اردو ترجمہ کا مقابلہ نسخۂ فارسی متن سے بھی کر لیا جائے۔ لیکن قدیم مطبوعہ فارسی متن سے اس ترجمہ کا تقابل بجائے خود بہت دشوار کام تھا۔ اس وقت حضرت شمس بریلوی اتنے ضعیف اور نحیف ہو چکے تھے کہ وہ اس کام کے متحمل نہ ہو سکے۔ چناں چہ اس علمی و تحقیقی کام کے لیے پھر کسی اہلِ علم و فضل کی تلاش شروع ہوئی۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری (م 1064ھ) کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر خضر نوشاہی جو بزرگانِ دین سے قلبی و فطری لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور فارسی زبان و ادب ہی نہیں بلکہ تاریخ و تذکرۂ صوفیا اور تصوف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اس خدمت کے لیے آمادہ ہو گئے اور انھوں نے نذر ثانی کے دقیق کام کی ذمہ داری قبول کر لی۔

محترم نذر اشرف ہاشم رضا اشرفی پیش لفظ میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

> "حکیم سید نذر اشرف صاحب اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے داماد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے لطائف اشرفی کے اولین 9 لطائف کا ترجمہ کیا تھا، جس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا گیا تھا، چناں چہ قارئین کے استفادہ کے لیے نظرِ ثانی کرتے وقت ان 9 لطیفوں میں اشعار کے نثری ترجمہ کو اس منظوم ترجمے سے تبدیل کر دیا گیا۔" (جاری)

ذکرِ جمیل

حضرت قاضی ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ

مفتی محمد اعظم مصباحی

ولادت: 46ھ - وفات: 122ھ

نام ونسب: قاضی ایاس بن معاویہ بن قرہ بن ایاس بن بلال بن رباب بن عبیدہ بن سواہ بن ساریہ بن ذبیان بن ثعلبہ بن اوس بن مزینہ مزنی بصری۔ (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج:1، ص:246)

لقب: ابو واثلہ۔

ولادت باسعادت: 46ھ میں نجد کے علاقہ یمامہ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: قاضی ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغر سنی میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ بصرہ چلے گئے۔ آپ کی نشو ونما بصرہ میں ہوئی اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ بچپن سے ہی آپ کی جبینِ سعادت نیاز پر فہم و فراست اور علم وفضل کے آثار رونما تھے۔ (ایضًا)

اساتذہ: حضرت انس بن مالک، حضرت سعید بن مسیب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابو مجلز اور اپنے والد حضرت معاویہ بن قرہ۔

تلامذہ: حضرت ایوب، حضرت داؤد بن ہند، حضرت حمید طویل، حضرت حمادان، حضرت سفیان، حضرت حسین، حضرت شعبہ اور حضرت معاویہ بن عبد الکریم رضی اللہ عنہم وغیرہم۔

(تہذیب التہذیب، ج:1، ص:247)

طبقات میں ابن سعد بصری فرماتے ہیں: "كان ثقة وله أحاديث وكان عاقلا من الرجال فطنا"

ترجمہ: حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقہ تھے آپ سے احادیث مروی ہیں اور وہ بڑے ذہین وفطین تھے۔

روایت حدیث: حضرت امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے "حلیۃ الأولیاء" کے اندر حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دو احادیث نقل کی ہیں:

(1)- ترجمہ: حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ اپنے والد حضرت قرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: غروب آفتاب کے وقت ساحل سمندر پر جو بندۂ مومن بلند آواز سے تکبیر کہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قطرہ کے برابر دس نیکیاں عطا فرمائے گا، اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا، اس کے دس درجات بلند فرمائے گا جس کے ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے سے سو سال کی مسافت ہوگی۔

(2)- ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی عبد الحمید بن سوار نے وہ کہتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی ایاس بن معاویہ بن قرہ نے، انھوں نے کہا: ہم لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تھے تو حیا کا ذکر ہوا، حضرت عمر نے کہا: حیا کل دین ہے۔ اس پر ایاس بن معاویہ نے کہا: مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد نے، وہ میرے دادا سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے تو حیا کا ذکر ہوا صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حیا دین سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا، پاک دامنی، زبان کی لکنت نہ کہ دل کی اور عمل ایمان سے ہیں، یہ چیزیں آخرت میں زیادتِ ثواب کا باعث بنتی ہیں اور دنیا سے کمی کرتی ہیں، آخرت میں زیادتی کا باعث بننے والی چیزیں دنیا میں زیادتی کرنے والی چیزوں سے بڑھ کر ہیں۔ (حلیۃ الاولیا، ج:1، ص:148)

حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ چناں چہ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

"ذكر أياس عند ابن سيرين فقال إنه لفهم، وقال ابن معين والنسائي ثقة، وقال العجلى بصرى ثقة وكان على قضاء البصرة وكان فقيها عفيفا"۔

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا تو حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ بہت ذکی الفہم ہیں۔ حضرت ابن معین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے کہا کہ حضرت ایاس ثقہ راوی ہیں۔ حضرت عجلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ حضرت امام بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ایاس) ثقہ تھے، بصرہ کے قاضی اور پاک دامن فقیہ تھے۔ (تہذیب التہذیب، ج:1، ص:247)

عہدۂ قضا: حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خداداد صلاحیت اور فہم و فراست کی بنیاد پر مقبول انام تھے، اللہ رب العزت نے آپ کو فقہی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ بہت آسانی سے پیش آمدہ مسائل کی عقدہ کشائی فرماتے تھے، یہ انھی خصوصیات کی بنیاد پر عصری امور میں بصرہ کے منصب قضا پر مامور ہوئے۔

آپ کے قاضی بنائے جانے کا واقعہ یوں ہے: امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بصرہ کی قضا کا منصب حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قاسم بن ربیعہ حارثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں سے ایک کو سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا، یہ دونوں بزرگ فقاہت و فراست میں عدیم المثال تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے والی عراق حضرت عدی بن ارطاط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں کو اپنے پاس بلا کر بصرہ کے منصب قضا پر کسی ایک کو متمکن کریں، چناں چہ عدی بن ارطاط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو بلا کر فرمایا: امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں آپ دونوں حضرات میں سے کسی ایک کو بصرہ کا قاضی منتخب کروں اس سلسلے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ان دونوں حضرات نے یہ کہا کہ میری نسبت میرا دوست اس منصب کے زیادہ لائق ہے تو انھوں نے ایک دوسرے کے علم و فضل اور فہم و ثقافت کو بیان کیا۔

اس پر عدی بن ارطاط نے کہا: اس مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے کسی ایک کا انتخاب ضروری ہے۔ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے امیر! میرے اور حضرت قاسم کے متعلق عراق کے فقہا جیسے حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کریں یہ دونوں بزرگ ہمارے درمیان ہمارے فضل و مرتبہ کا امتیاز کر دیں گے۔

حضرت قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ربط تھا جب کہ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان دونوں حضرات سے کوئی تعارف و تعلق نہ تھا۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چالاکی کو بھانپ لیا اور سوچا کہ اگر والی عراق ان حضرات سے مشورہ کریں گے تو یہ دونوں میرا نام پیش کر دیں گے تو اس پر انھوں نے امیر عراق سے عرض کیا کہ میرے اور حضرت ایاس کے بارے میں کسی سے کچھ مت پوچھیے، بخدا ایاس بن معاویہ مجھ سے بڑے فقیہ ہیں، امور قضا کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اے امیر! اگر میں نے یہ بات جھوٹ بیان کی تو جھوٹے شخص کو منصب قضا پر فائز کرنا جائز نہیں، اور اگر میں نے سچی بات بیان کی تو مفضول کو فاضل پر فوقیت دینا آپ کے لیے روا نہیں۔

اس کے بعد حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے امیر! آپ نے ایک شخص کو عہدۂ قضا کی دعوت دی اور اس کو جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا تو اس نے یمین کاذب کے ذریعہ اپنے آپ کو بچا لیا، اس پر عدی نے کہا: جو شخص ایسی فہم و فراست کا مالک ہے، وہی منصب قضا کے لائق ہے۔ اس کے بعد حضرت عدی نے حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کا منصب قضا سپرد کیا۔ (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج:1 ص:247)

فہم و فراست: حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہم و دانش میں ضرب المثل تھے۔ ابو تمام نے ایک شخص کی تعریف میں ایاس بن معاویہ کی فہم و دانش کی مثال دی ہے۔

أقدام أمر في سماحة حاتم
في حلم أحنف في ذكاء أياس

(مقامات حریری)

وفیات الاعیان کے اندر ان کی فہم کے متعلق کئی واقعات مذکور ہیں۔ ان میں سے دو واقعات ہم نقل کر رہے ہیں:

حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام پر تشریف فرما تھے وہاں تین عورتوں کو دیکھا جنھیں وہ پہچانتے نہ تھے اسی اثنا میں ایک خوف ناک معاملہ پیش آیا، سارے لوگ ڈر گئے۔ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ عورت حاملہ ہے، دوسری کے بارے میں کہا: یہ مرضعہ ہے اور تیسری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ کنواری ہے اس کے بعد ان تینوں عورتوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو پتا چلا یہ تینوں عورتیں انھیں صفات کی حامل تھیں جیسا حضرت ایاس نے فرمایا ہے۔

حضرت قاضی ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ان عورتوں کے متعلق بغیر کچھ معلومات کے کیسے بتا دیا؟ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ خوف کے وقت انسان اپنی سب سے قیمتی چیز پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ

خوف کے وقت اپنے پیٹ پر رکھ لیا تو میں نے جان لیا کہ یہ حاملہ ہے، دوسری کو دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ اپنے پستان پر رکھ لیا تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) ہے اور تیسری عورت نے اپنا ہاتھ شرم گاہ پر رکھ لیا اور انسان خوف کے وقت سب سے قیمتی چیز کی حفاظت کی فکر کرتا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ کنواری ہے۔

(وفیات الاعیان، ج:1، ص:247)

حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی شخص کے پاس حساب سیکھنے جاتے تھے ایک دن وہاں کچھ یہودی آئے اور انھوں نے آپس میں یہ باتیں کہیں کہ مسلمانوں کو دیکھو! وہ کتنے بے وقوف ہیں، کہتے ہیں کہ وہ جنت میں نعمت جنت تناول کریں گے لیکن وہاں بول و براز کی حاجت نہیں۔ یہ کتنی تعجب خیز بات ہے۔

حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی باتیں سن رہے تھے آپ نے استاذ سے بولنے کی اجازت لی اور یہودیوں سے کہا کہ آپ لوگ یہ بتائیں کہ انسان دنیا کے اندر جو کچھ کھاتا ہے وہ پورا پورا پیشاب پاخانہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے یا کچھ بول و براز کی صورت میں باہر آتا ہے اور باقی رہ جاتا ہے؟ یہودیوں نے کہا: نہیں، پورا کھانا بول و براز نہیں بنتا، پھر حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ باقی کھانا کہاں جاتا ہے؟ یہودیوں نے جواب دیا کہ وہ جسم کی غذا بن جاتا ہے۔ اس پر حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا وجہ ہے دنیا کے اندر ہم جو کچھ کھاتے ہیں وہ جسم کی نشو و نما میں غذا کا کام کرتا ہے اور جنت کے اندر وہ غذا کا کام نہیں کرے گا۔

وفات: جب حضرت قاضی ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شرف 76 سال کی ہوئی تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اور ان کے والد دو گھوڑے پر سوار ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنا اپنا گھوڑا دوڑایا مگر کوئی بھی ایک دوسرے پر سبقت نہ کر سکا یعنی دونوں برابر ہی چلتے رہے۔ چناں چہ ایک رات بستر پر آئے اور گھر والوں سے فرمایا: تم جانتے ہو یہ کون سی رات ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اس رات میرے والد اپنی عمر پوری کر چکے تھے اور 76 سال کی عمر میں میرے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر چکے ہیں آپ کی وفات 122ھ میں ہوئی۔

☆☆☆

(ص:17 کا بقیہ) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ جلد 9، ص:650 پر نقل کرتے ہیں: "غرائب" اور "خزانہ" میں منقول ہے کہ مومنین کی رُوحیں ہر شبِ جمعہ، روزِ عید، روزِ عاشوراء اور شبِ بَراءت کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر رُوح غم ناک بلند آواز سے نِدا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قرابت دارو! صَدَقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو۔

ایصالِ ثواب یعنی قرآن مجید یا دُرُود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔ عبادتِ مالیہ یا بدنیہ فرض و نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جاسکتا ہے، زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، 642/16)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص:139 سے ایمان افروز معلوماتی "عرض و ارشاد" ملاحظہ فرمائیے:

عرض: حضور! ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل (یعنی بیمار) اور برہنہ ہے، یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔ ارشاد: کلمۂ طیبہ ستّر ہزار (70000) مرتبہ مع دُرُود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے اِنْ شَآءَ اللہ پڑھنے والے اور جس کو بخشا (یعنی ایصالِ ثواب کیا) ہے، دونوں کے لیے ذریعۂ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دُونا ثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو نین گنا اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع (یعنی تمام) مؤمنین و مومنات کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے، اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا۔

تیجے کے کھانے کا حکم: تیجے وغیرہ کا کھانا صرف اِسی صورت میں میت کے چھوڑے ہوئے مال سے کر سکتے ہیں جب کہ سارے وُرثا بالغ ہوں اور سب کے سب اجازت بھی دیں اگر ایک بھی وارِث نابالغ ہے تو سخت حرام ہے۔ ہاں بالغ اپنے حصے سے کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ خانیۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، 366/4)

☆ تیجے کا کھانا چونکہ عموماً دعوت کی صورت میں ہوتا ہے اس لیے اَغنیا کے لیے جائز نہیں صرف غربا و مساکین کھائیں، تین دن کے بعد بھی میت کے کھانے سے اَغنیا (یعنی جو فقیر نہ ہوں اُن) کو بچنا چاہیے۔ شادی بیاہ یا جس طرح خوشی کے موقع پر ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں اسی طرح تیجے، بیسویں، چالیسویں میں دعوت دینا جائز نہیں۔ اور قبول کرنا بھی جائز نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں شرعی طور پر ایصال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ☆☆☆

انوارحیات

طاہرِ ملت حضرت سید میر محمد طاہر میاں بلگرامی قدس سرہ
سیادت کی درخشانی اور شخصیت کی تابانی

مبارک حسین مصباحی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ احسن الخالقین ہے، اسی کے حکم سے دارین کا وجود ہوا اور قیامت تک اور مابعدِ قیامت اسی کی تخلیق کے نمونے نظر آتے رہیں گے اسی کی نگاہِ کرم سے احسنِ تقویم کا شاہکار انسان پیدا ہوا۔ روے زمین کے تمام انسانوں کا وجود حضرت آدم علیٰ نبینا علیہم السلام سے ہوا۔ انسانوں کے درمیان بحیثیت انسان کوئی تفریق اور امتیاز نہیں ہے۔ ہاں مگر خشیتِ ربانی اور رشتوں کا لحاظ رکھنے والوں کا بلند مقام ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ﴿۱﴾“

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک اللہ ہر وقت تمھیں دیکھ رہا ہے۔

قرآن عظیم کا یہ خطاب تمام انسانوں سے ہے، یہ ایک ناقابلِ تردید سچائی ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا فرمایا، اس میں ابتدائی انسان کی تخلیق کو بیان کرتے ہوئے قدرتِ الٰہیہ کی عظمت کو بیان فرمایا جارہا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ہے:

”یہ خطاب عام ہے تمام بنی آدم کو۔ ابوالبشر حضرتِ آدم سے جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا انسان کی ابتدائے پیدائش کا بیان کرکے قدرتِ الٰہیہ کی عظمت کا بیان فرمایا گیا اگرچہ دنیا کے بے دین بدعقلی و نافہمی سے اس کا مضحکہ اُڑاتے ہیں لیکن اصحابِ فہم و خرد جانتے ہیں کہ یہ مضمون ایسی زبردست برہان سے ثابت ہے جس کا انکار محال ہے۔ مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح جانب ماضی میں چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی یا یوں کہیے کہ قبائل کی کثیر تعدادیں ایک شخص کی طرف منتہی ہو جاتی ہیں مثلاً سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے مگر جانب ماضی میں اُن کی نہایت سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ذات پر ہوگی اور بنی اسرائیل کتنے بھی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا مرجع حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک ذات ہوگی — اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شُعوب و قبائل کی انتہا ایک ذات پر ہوگی اس کا نام کتبِ الٰہیہ میں آدم علیہ السلام ہے اور ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص توالد و تناسُل کے معمولی طریقہ سے پیدا ہو سکے اگر اس کے لیے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین اُنھیں عناصر سے پیدا ہوگا جو اُس کے وجود میں پائے جاتے ہیں پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو اور جس کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے لازم ہے کہ وہی اس کے وجود میں غالب ہو اس لیے پیدائش کی نسبت اُسی عنصر کی طرف کی جائے گی یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا معمولی طریقہ ایک شخص سے جاری نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو کہ جوڑا ہو جائے اور وہ دوسرا شخص انسانی جو اس کے بعد پیدا ہو مقتضائے حکمت یہی ہے کہ اُسی کے جسم سے پیدا کیا جائے کیوں کہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے توالد معمولی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو کیوں کہ توالدِ معمولی بغیر دو کے ممکن ہی نہیں اور یہاں ایک ہی ہے لہٰذا حکمت الٰہیہ نے حضرت آدم کی ایک بائیں پسلی

ان کے خواب کے وقت نکالی اور اُن سے اُن کی بی بی حضرت حوّا کو پیدا کیا چونکہ حضرت حوّا بطریق توالد معمولی پیدا نہیں ہوئیں اس لیے وہ اولاد نہیں ہوسکتیں جس طرح کہ اس طریقہ کے خلاف جسم انسانی سے بہت سے کیڑے پیدا ہوا کرتے ہیں وہ اس کی اولاد نہیں ہوسکتے ہیں خواب سے بیدار ہوکر حضرت آدم نے اپنے پاس حضرت حوّا کو دیکھا تو محبتِ جنسیت دِل میں موجزن ہوئی اُن سے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت! فرمایا: کس لیے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ کی تسکینِ خاطر کے لیے، تو آپ اُن سے مانوس ہوئے۔"

(بحوالہ خزائن العرفان)

اس آیتِ کریمہ میں پہلے انسان اور اس کے وجود سے تمام انسانوں کی تخلیق کا بیان فرمایا ہے، اسی کے ساتھ تقویٰ شعار زندگی گزارنے کا حکم عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قہاریت سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرابت داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ سچ اور حق یہ ہے کہ یہ دونوں خصوصیات جس فردِ بشر میں پیدا ہوجائیں وہ یقیناً ایک کامل بندۂ مومن ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنیٰ ہے، اس ذات بابرکت کو اپنا حقیقی خدا جانے اس کے تمام انبیا اور رسولوں کو دل سے حق جانے، نبی آخر الزماں ﷺ پر مکمل یقین رکھے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر یقین رکھے اور دونوں کو فرمودات پر عمل کرے، قرآن عظیم اور دیگر غیر متبدل آسمانی کتابوں کو حق جانے، آخرت اور قیامت پر پورا ایمان رکھے، فرشتوں اور جنات کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے پر یقین رکھے، جنت و دوزخ اور حساب و کتاب کے حقائق کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے حق جانے، شریعتِ اسلامیہ پر ایمان رکھے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾" (الحجرات:13)

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

یہ تمام حقائق اپنی جگہ سچ اور حق ہیں، وجہ امتیاز اور افتخار تقویٰ شعاری ہوتی ہے، اس میں نہ کسی علاقے کی قید ہے اور نہ کسی نسل و قوم کی، نہ عرب و عجم کا کوئی فرق ہے اور نہ تہذیب و تمدن کا کوئی امتیاز، اسی لیے سرکارِ دوعالم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر اپنے صحابہ سے خطاب فرمایا اور پوری دنیا کے انسانوں کے لیے انسانی لائحۂ عمل پیش فرمایا تھا۔ ہم مساوات انسانی کے ایک حصے کو ذیل میں نقل کرتے ہیں:

"لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو، تم میں زیادہ عزت و اکرام والا وہی ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے، ہاں بزرگی اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ انسان سارے آدم علیہ السلام کی ہی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جاچکے ہیں۔ پس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات علیٰ حالہ باقی رہیں۔"

اہلِ بیت اور سادات کے فضائل:

اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ اپنے اصل مدعا پر پہنچنا چاہتے ہیں، بلا شبہہ سارے انسان برابر ہیں، اسلام نے ہر دور میں مساوات کا درس دیا ہے، سرورِ کون و مکاں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ آخری رسول بن کر تشریف لائے، آپ نے بھی اپنے اقوال اور معمولات سے مساوات پر آخری مہر لگادی۔ اس کے بعد ہم مصطفیٰ ﷺ اور اہلِ بیت اطہار کے حوالے سے قرآن عظیم اور احادیث میں جو ارشادات ہیں انھیں ذیل میں نقل کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

" قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى"

(الشوریٰ، آیت:23)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت۔

تبلیغ رسالت اور رشد و ہدایت یہ کوئی معمولی خدمت نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی کاوشوں سے دلوں کی دنیا کو بدلا، چور اور ڈاکو مالوں کے

رکھوالے ہو گئے، بے ایمان، ایمان اور عملِ صالح کے خوگر ہو گئے۔ جانوں کے دشمن رسولِ کریم ﷺ پر جانیں نچھاور کرنے لگے۔

رسولِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہر علاقہ اور رشتہ قیامت میں قطع ہو جائے گا، مگر میرا رشتہ وعلاقہ کہ دنیا وآخرت میں جڑا ہوا ہے۔

اہلِ بیت اطہار اور سادات کرام کی تعظیم و توقیر عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کرتی رہی ہے، تابعین ہوں یا بعد کے علما و مشائخ، مجتہدین اسلام ہوں یا سلاسل تصوف کے تاج دار، اس فکر و عمل کی برکتیں بھی زمانے نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ یہ دل والوں کی پاکیزہ باتیں دل والے ہی سمجھتے ہیں اور جنھوں نے صرف اپنی عقلوں کا استعمال کیا ان کا انجامِ بد بھی دنیا کے سامنے ظاہر ہوا۔ قرآن عظیم، احادیث نبویہ اور اسلاف کی کتابوں میں بہت کچھ ہے، ہم تفصیل میں نہ جا کر ذیل میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے چند فتاویٰ اور اشعار نقل کرتے ہیں:

امام احمد رضا بریلوی کا عاشقانہ نقطۂ نظر:

امام احمد رضا قادری برکاتی سادات کرام کی تعظیم و توقیر کے تعلق سے اپنے فتاویٰ میں بار بار تحریر فرما چکے کہ سادات کرام کی تعظیم و توقیر ضروری ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سید اگر بد مذہب بھی ہو جائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی۔ سید قابلِ تکریم نسلِ پاک مصطفےٰ ﷺ کی وجہ سے ہے اور یہ وجہِ افتخار بد مذہبی میں بھی باقی ہے۔ مزید فرماتے ہیں: "جب تک بد مذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے، ہاں بعدِ کفر سیادت نہیں رہتی۔" "سید ہونے کے لیے شہرت ہی کافی ہے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، امام احمد رضا قادری برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

"یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام و خاک پا ہے، ان کی محبت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بد مذہب بھی ہو جائے اس کی تعظیم نہیں جاتی، جب تک بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچے۔ ہاں بعد کفر سیادت نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے۔ ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور خواہی نہ خواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا، مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج:12، ص:125)

امام احمد رضا کا عشقِ رسول ﷺ شہرہ آفاق ہے، آپ اہلِ بیت عظام اور سادات کرام کی محبت میں وارفتہ رہتے تھے۔ آپ نے سادات کرام کی ناقدری کو حرام قرار دیا، اپنے ایک فتویٰ میں آپ رقم طراز ہیں:

"سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اور ان کی توہین حرام، بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا: جو کسی عالم کو مولویا [مول-ویا] یا کسی میر [سید] کو میروا بوجہِ تحقیر [یعنی حقارت سے کہے] کافر ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ ج:22، ص:420)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ ج:9، ص:131)

آپ نے اہل بیت اطہار اور سادات کرام کی شان والا صفات میں بڑے عقیدت مندانہ اسلوب میں گلہائے عقیدت نذر کیے ہیں، چند اشعار ذیل میں دیکھیے۔

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ ، زاہرہ ، طیبہ ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعیں
ساقی شیر وشربت پہ لاکھوں سلام
پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
ان دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجیے رضاؔ کو حشر میں خنداں مثال گل
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

نبوی مینھ، علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا

شہرِ ولایت بلگرام شریف:

بلگرام شریف کی تاریخ خاکِ ہند میں بڑی اہم ہے۔ ہم ماضی کی قدیم تاریخ کو قصداً ترک کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں، یہاں دین وتصوف کا سلسلہ حضرت میر میراں سیدنا شاہ عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ سے شروع ہوتا ہے، یوں تو آپ متعدّد روحانی سلسلے رکھتے تھے مگر وارفتگی سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے تھی، خاص طور پر خواجۂ خواجگاں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری قدس سرہ سے دیوانگی کی حد تک محبت تھی۔ عرفا فرماتے ہیں: آپ کی معروف کتاب "سبع سنابل" بارگاہِ رسول کریم ﷺ میں مقبول ہے۔ آپ کے شہزادے میر سید محمد طیب، آپ کے فرزند میر سید عبد الواحد ثانی، آپ کے فرزند میر سید حامد، آپ کے فرزند میر سید غلام حسین، آپ کے فرزند میر سید سلطان مقصود، آپ کے فرزند میر سید کریم الدین حسین، آپ کے فرزند میر سید عبد لواحد ثالث، آپ کے فرزند میر سید محمد زاہد عرف پیر زادے میاں، آپ کے فرزند میر سید آلِ احمد، آپ کے فرزند میر سید آلِ رسول عرف طاہر میاں قدست اللہ اسرار ہم۔

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کے فرزند ارجمند حضرت میر سید عبد الجلیل بلگرامی نے بلگرام کی سکونت ترک فرمادی اور مارہرہ مطہرہ [ضلع ایٹہ یو پی] تشریف لے گئے، آپ کے پوتے صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی کی ولادت 26 جمادی الآخرہ 1070ھ قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی میں ہوئی۔ اپنے والد میر سید اویس کی حیات تک آپ بلگرام میں مقیم رہے۔ والد کا وصال 20 رجب المرجب 1097ھ میں ہوا، اس کے بعد آپ کالپی شریف پہنچے، وہاں حضرت سید شاہ فضل اللہ صاحب سجادہ سے بیعت کی اور اس کے بعد آپ نے باقاعدہ مارہرہ مطہرہ میں سکونت اختیار فرمائی۔

ان اسمائے گرامی کے پیش کرنے کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ تمام افراد خانوادۂ مصطفےٰ کے چشم و چراغ ہیں۔ ان میں روحانی عظمتیں اور علمی بلندیاں ہیں۔ یہ سب ماشاء اللہ تعالیٰ صاحبِ کرامت مشائخ ہیں۔ ایک زمانہ ان سے فیض حاصل کرتا رہا ہے اور آج بھی کر رہا ہے۔ ان کے فضل وکمال، زہد وتقویٰ، بصیرت وبصارت کی قسمیں کھائی جا سکتی ہیں۔ نسلِ پاک رسول ﷺ کے فیوض وبرکات ہی زمانے سے منفرد ہیں۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضرت طاہرِ ملت بلگرامی:

طاہرِ ملت حضرت علامہ میر سید طاہر میاں بلگرامی کی ولادت باسعادت 15 مئی 1944ء میں محلہ سلہاڑ ضلع بلگرام شریف میں ہوئی۔ بچہ کسی بھی گھر میں پیدا ہوتا ہے، مسرتوں کے شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ آپ کی دنیا میں جلوہ گری پر بھی سیدوں میں بے پناہ خوشیاں ہوئیں۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضور میر سید ستھرے میاں کی مقدس درس گاہ میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی۔ صدیوں سے اس خاندان میں نعمتوں اور برکتوں کا ظہور ہو رہا ہے، آپ نے بھی اپنے آبا واجداد کے فیوض وبرکات حاصل فرمائے۔ آپ کی بھی یہی خصوصیت تھی کہ اپنے والد مکرم سے سبق لیتے اور ایک دو دفعہ دیکھ کر سنا دیتے، آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا پیار بھی خوب حاصل فرمایا اور دعائیں بھی۔ آپ نے اپنی والد گرامی کی خانقاہی درس گاہ میں مکمل قرآن عظیم حفظ فرمالیا۔ اس کے بعد آپ نے دینی وشرعی علوم وفنون حاصل فرمائے اور بفضلہٖ تعالیٰ فقہ و تصوف اور حدیث وتفسیر میں مقبول ترین فاضل جلیل ہوئے اور خانقاہی فیضان سے عرفان تصوف میں مردِ کامل ہو گئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ذہانت اور قوتِ حافظہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت ہمیں ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں:

آپ کے اخلاق کریمانہ اتنے بلند تھے کہ جو ایک بار ملاقات کر لیتا، بار بار ملاقات کا خواہش مند رہتا، خاص بات یہ بھی تھی کہ ہر فیض حاصل کرنے والا یہی سمجھتا کہ حضرت ہمیں سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک باپ کی شفقت ومحبت اولاد کے درمیان بھی غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ بعض بیٹوں کو شکایت ہو جاتی ہے کہ حضرت فلاں کو زیادہ چاہتے ہیں، مگر ہماری طرف نگاہ کرم کم ہوتی ہے۔ مگر آپ کی شفقت کریمانہ کا عالم یہ تھا کہ ہزاروں افراد میں سے ہر ایک سمجھتا کہ حضرت ہمیں کو زیادہ چاہتے ہیں۔ خوش مزاجی اور بلند اخلاقی بھی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ چہرے پر ہمیشہ مسرت کا سویرا جگمگاتا رہتا، لبوں پر تبسم کی چاندنی بکھری رہتی۔ موقع غم کا ہو یا خوشی کا، آپ اپنے انداز واطوار اور نقل وحرکت سے اس کا احساس نہیں ہونے دیتے۔

..............................(جاری)☆

نعت کے غیر مسلم شعرا

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

فروری 2022 کا عنوان جہانِ اہلِ سنت میں تاریخ اسلام پر کتابیں
مارچ 2022 کا عنوان سرکارِ مدینہ ﷺ اور ماہِ شعبان

صنفِ نعت کا عروج اور غیر مسلم شعراے نعت کی نعتیہ خدمات

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی

سرزمینِ عرب سے نکل کر جب نعتیہ شعر و ادب کی خوشبو اور عشقیہ سخاوتیں ایران میں داخل ہوئیں تو خاصانِ خدا اور عاشقانِ رسالت مآب ﷺ نے والہانہ استقبال کیا، سینے سے لگایا، ایمان کے اس بیش بہا تحفہ کی خدمت میں اس طور پر نذرانۂ محبت اور خراجِ عقیدت پیش کرنے کا ماحول ساز گار ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایران کی ساری سرزمین نور و نکہت اور حبِ رسالت مآب ﷺ سے جگمگا اٹھی۔ ایران میں فخر الدین اسعد گرگانی (446ھ) کو فارسی کا سب سے پہلا نعت گو شاعر تسلیم کیا گیا، اس کے بعد اپنے اپنے عہد میں سنائی، خاقانی، نظامی، مولاے روم رومی، عراقی، سعدی، تبریزی، جامی، عرفی، فیضی، قدسی، شوقی اور نظیری وغیرہم کی نعتیہ شاعری سے خزانۂ نعت و ادب لبریز ہو کر رہ گیا، بالخصوص مولاے روم کی اخلاقی و نعتیہ مثنوی کو فارسی کا قرآن کہا گیا ہے۔

مثنویِ مولویِ معنوی
ہست قرآں در زبانِ پہلوی

بعد کے ادوار میں جب ہندوستان میں فارسی کا چلن ہوا تو فارسی کے بہت سے شعرا وجود میں آئے، نعت نویسوں کی تعداد بہت مختصر رہی، اس قلیل جماعت کے درمیان حضرت امیر خسرو دہلوی کی حیثیت بہت نمایاں ہے، انھوں نے عشق و محبت اور نعتیہ شعر و ادب کی جس کیفیت و سرور کی ترجمانی کی ہے، اس کی دوسری مثال نہیں ملتی، عالمِ خواب کے تناظر میں وجد و کیف کی عکاسی کرتے ہوئے حضرت خسرو فرماتے ہیں۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

حضرت امیر خسرو کے بعد فارسی شاعری کے اصول و ضوابط کی روشنی میں ولی دکنی اور سراج اورنگ آبادی کے عہد میں اردو شاعری کافی حد تک سلیقہ مند ہو چکی تھی، تاہم زبان و بیان کی بہت سی منزلوں سے گزرنا باقی تھا، اسی کے ساتھ نعتیہ اثرات سے بھی شاعری مستثنیٰ رہی، جس کے زیرِ اثر عرصۂ دراز تک نعتیہ تقاضوں سے محروم رہی۔ عجیب بد نصیبی تھی کہ آزاد فکروں ہی کو شاعری کے اصل تقاضوں سے تعبیر کیا جاتا رہا، یہی وجہ ہے کہ شاعری بتدریج آگے بڑھتی گئی مگر نعتیہ شاعری کو معتوف رکھا گیا، مشروط تخیلی روش اور تلوار کی دھار پر چلنا ادبی شہ سواروں کو راس نہ آیا، ولی دکنی سے میر، آتش، سودا، درد، ناسخ، مصحفی، انشا، ذوق، میر حسن، غالب اور مومن وغیرہم نے بطور تبرک چند اسلامی اشعار کے سوا نعت کو اپنی شاعری کا کبھی موضوع

نہیں بنایا اور نہ ہی ان میں سے کوئی شاعر تلمیذ الرحمٰن کہلانے کا مستحق بن سکا۔ اگر ان اساتذۂ سخن نے نعتیہ شاعری کا کچھ بھی اہتمام کیا ہوتا تو فکر و فن اور پیرایۂ شعریت کے نہ جانے کتنے قیمتی گوشے سامنے آئے ہوتے، 33 اشعار پر مشتمل سوداؔ کی صرف ایک نعتیہ غزل نے قیمتی آثار کی روشنی نمایاں کی ہے۔ اب یہیں سے نعتیہ شاعری کی برتری و آفاقیت کے حقائق مزید روشن ہوتے ہیں۔ عرصۂ دراز تک کثیر اساتذہ کے غیر موضوعاتی فکر و فن کی پائدار دیواروں کے باوجود دیوانگی جوش جواں اور جذبۂ عشق و محبت کے سیلاب نے تمام دیواروں کو ہلا کر نیا راستہ ہموار کیا۔ امرا کی جماعتوں کے تعاون اور حوصلہ افزائی کے بغیر مذہبی دنیا کے سرفروشوں نے نعت نویسی کا ایسا ماحول بنایا کہ دنیا کی تمام غیر موضوعاتی شاعری دہل کر رہ گئی، ایک دور تھا کہ غیر موضوعاتی قصیدہ، مثنوی، مستزاد، شہر آشوب، بارہ ماسہ اور رباعی وغیرہا کا عروج تھا۔ اب تقریباً 100 برسوں سے ان کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا، زوال کی آندھیوں نے انھیں برباد کر کے رکھ دیا۔ یہ نعتیہ شاعری ہی کی ذمہ داری اور اس کا فیضان و کرم ہے کہ اس کے دیوانوں اور پرستاروں نے اپنے نعتیہ فکر و فن اور طرزِ اسلوب کے چراغوں سے مذکورہ تمام صنفوں کو آباد رکھا۔ یہ ساری صنفیں آج فیضان نعت ہی کے سبب زندہ و تابندہ ہیں۔ اتنی عظیم خدمات کے سامنے نہ ادب کے نمک خواروں نے اعتراف و تائید کے پھول نچھاور کرتے ہوئے اپنا سر جھکایا اور نہ ہی نعتیہ شعر و ادب کے خدمت گاروں نے کوئی احسان جتایا۔

اردو شعرائے عہدِ اولیں اور شعرائے متقدمین کو فارسی نعتیہ ذخائر و خزائن کے سامنے عظمتِ نعت کا بخوبی اندازہ تھا کہ نعتیہ اشعار کہنا، سننا اور سنانا کس قدر پاکیزہ و روحانی عبادت ہے۔ یہ شاعری ہر شاعری پر فضیلت و برتری رکھتی ہے، اس کے باوجود نعتیہ فکر و فن کے استعمال سے برسوں دور رہے، لیکن جب غیر مسلم شعرا کے دل میں نعتیہ اشعار کہنے کا جذبہ پیدا ہوا تو انھوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ یہ صرف مسلمانوں کا حق ہے، ہمیں اس میں حصہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کی آفاقی فضیلت و شہرت کے ادب و احترام کے پیشِ نظر انھوں نے اپنے خصوصی رجحان و میلان اور دل کی آرزو پر لبیک کہا اور عقیدت و محبت کے نذرانے پیش کرنے لگے۔ اس بات کا احساس بعد میں ہوا کہ اس مشغلۂ نیک اور اس فریاد و التجا کے پیچھے غیرت و عبرت کا کا کون سا نیا ماحول اجاگر ہو رہا ہے۔ شعر و ادب کی بدلتی ہوئی قدروں، رسموں اور تہذیبوں کے دوران ایسی تحریکیں بھی جنم لیتی رہیں۔ جب مذہب بیزاری، دین فروزی اور گم راہ نظریوں کا کھل کر مظاہرہ کیا جانے لگا۔ ترقی پسندی اور ادبی ذائقے کے نام پر جنسی انکشافات کے آئینے میں بیہودہ و گستاخ اور غلیظ ناولوں اور افسانوں نے تقویٰ و طہارت کا دامن تار تار کر کے رکھ دیا، ایسے ماحول میں جب کہ ایک طرف بیش تر مسلم قلم کار ایسے گم راہ کن تجربوں کا مظاہرہ کر رہے تھے تو دوسری جانب ہندو شعرا نعت گوئی کے موتی لٹا رہے تھے، یہی موتی غیرت کے اس پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ ایسے نہ جانے کتنے مسلم شعرا ہیں جو زندگی بھر شاعری کرنے کے باوجود ایک نعتیہ کلام کہنے کی توفیق حاصل نہ کر سکے، ہندو شاعروں کی نعت گوئی کے سامنے اب اس سے بڑھ کر شرم و غیرت کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

نظام حیدر آباد کے دربار میں نعتیہ شعر و ادب کے خوب چراغ روشن ہوئے۔ مہاراجا کشن پرشاد شاؔد (وزیر خاص) جو بہت سارے عہدوں سے نوازے گئے، ایک کہنہ مشق اور کثیر گو شاعر تھے، زندگی بھر نعتیہ شاعری کے سوا کسی موضوع سے کوئی دل چسپی نہ رکھی جن کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے آخر سے غیر مسلم نعت گو شعرا کی تعداد ظاہر ہونے لگی تھی۔ ایک عام اندازے کے مطابق اردو زبان میں شاعری کرنے والا ایک بھی ایسا غیر مسلم شاعر نہ ملے گا جس نے نعت نہ کہی ہو، بعض شاعروں نے کثیر تعداد میں نعتیہ کلام کہنے کا شرف حاصل کیا۔ ایک طویل عرصے کے دوران بہت سارے اہم شاعروں کی ایک ادھوری فہرست مندرجہ ذیل ہے جن میں بعض شاعروں کے نعتیہ کلام کے عناوین بھی شامل ہیں:

مہاراجا کشن پرشاد شاؔد (خم کدۂ رحمت، دیوان نعت)، منشی سالک رام سالک (1861)، وشنو کمار ماتھر وشنو اکبر آبادی (1886) بابو شمبھو دیال دانشؔ (اخلاق محمدی)، منشی شنکر لال ساقیؔ (معراج نامہ)، لکشمی نارائن شفیق اورنگ آبادی (معراج نامہ)، رانا بھگوان داس (سلام اے خسرو نور انساں)، ہمت رائے شرما (عید میلاد بانیِ اسلام)، گوپی ناتھ امن لکھنوی (بر تو ہزاراں سلام) پروفیسر جگن ناتھ آزاد (سلام) دلّو رام کوثریؔ، پربھو دیال مشراؔ (نعت عاشق)، بابو روشن لال نعیم،

نارائن سکسینہ گلشن، وشنوکمار شوق لکھنوی، کرشن بہاری نور لکھنوی، سادھورام آزاد سہارن پوری، لکشمی نارائن سخا جے پوری، بہاری لال شانت، طوطا رام احقر، دھرمیندر ناتھ آزاد لکھنوی، شیام سندر ناصر کشمیری، ، بسن لال بسنت گڑھ مہاراجوی، راجندر ناتھ سکسینہ بسمل شمس آبادی، رادھا من جوش بریلوی، چندر جے پوری، نارائن داس دیا بریلوی، گوبند سرن نگم نفیس لکھنوی، شوق مراد آبادی، مہندر ناتھ اشک نجیب آبادی، بانکے لال بہاری، پیارے لال ساقی، چندر پرکاش جوہر بجنوری، عرش ملسیانی، تمنا الہ آبادی، سوگ الہ آبادی۔ اسی طرح اور بھی کثیر تعداد میں غیر مسلم شعرا ہیں جنھوں نے بطور خاص نعتیہ نذرانے پیش کیے ہیں، بعض شعرا اسلامی جلسوں میں بھی کامیابی حاصل کرتے رہے، شہدائے کربلا اور امام حسن وحسین کی شہادت اور فضائل وکمالات کے موضوع پر بھی کثرت کے ساتھ کلام کہے گئے۔

کشن پرشاد شاد حیدر آبادی کا مختصر تعارف:

مہاراجا کشن پرشاد شاد 1281ھ میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے، راجا ہری کشن بہادر کے صاحب زادے اور راجا نریندر بہادر کے نواسے تھے، راجا نریندر بہادر لاولد تھے، اس لیے شاد کو اپنا بیٹا سمجھا، دادا نے آپ کی تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام کیا اور نانا کے حسن توجہ سے عربی وفارسی کی اعلیٰ تعلیمات حاصل کیں، دونوں زبانوں کے ماہر ہوئے، مدرسہ عالیہ میں انگریزی تعلیم حاصل کی، آپ کے آبا و اجداد حیدر آباد کے نوابی دربار میں بڑے سے بڑے عہدے پر فائز رہے، متعدد خوبیوں اور عمدہ کارگزاریوں کی بنیاد پر ہی کامیابی شاد کو بھی ملی، دربار سے منسلک رہتے ہوئے 1291ھ میں آپ راجا بہادر کے خطاب سے نوازے گئے۔ 1310ھ میں موروثی خدمت پیش کاری بہ مشاہرہ چھ ہزار روپے سکۂ محبوب شاہی ممتاز ہوئے، محکمۂ فوج کے بھی ذمہ دار ہوئے 1316ھ میں بہ تقریب جشن سال گرہ راجایان راجا و مہاراجا بہادر ہفت ہزاری منصب پنج وعلم ونقارہ وپالکی جھالروالی اور چھ عدد جواہر سے سربلند ہوئے اور نانا کی تمام جاگیروں پر بطور وارث ہزار سوار قابض ہوئے۔ وفاداری اور خدمت گزاری کا یہ عالم تھا کہ مالک کی اطاعت وفرماں برداری پر کبھی آنچ نہ آنے دی، تابع داری سے کبھی قدم باہر نہ نکالا۔ 26 رجب 1320ھ میں حسب پروگرام شاہی (نواب عثمان علی خان نواب نظام حیدر آباد کے دادا) مہاراجا شاد کو عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا گیا۔ 1328ھ میں یمین السلطنت جیسے عظیم خطاب سے نوازا گیا۔

شاد نے علم وادب اور شعر وسخن کی قدیمی فضاؤں میں آنکھیں کھولیں اور پروان چڑھے، ابتدا میں رائے بچولال تمکین سے اصلاح لیتے تھے، آپ نے متعدد اساتذہ سے اصلاح لینے کا فریضہ انجام دیا۔ شاد کی شاعری ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد بہت پختگی وبالیدگی کی طرف گام زن ہوئی، ان کی تمام فنی مہارت صوفیانہ وعارفانہ رنگ وآہنگ سے وابستہ رہی، یہی ان کی شاعری کا بنیادی مزاج بنا، جناب شاد اسلامی تہذیب وتمدن، علم وفن اور تعلیم وتربیت کے بہت قریب رہے، ان کے عربی وفارسی علم وفن کے سبھی معترف ہیں، ان کی شاعری سے سب کچھ نمایاں ہے۔ تاریخ اسلام بالخصوص حضور اقدس ﷺ کی حیات مبارکہ اور عظمت وفضیلت کی بابت نہ صرف غیر معمولی مطالعہ اور واقفیت رکھتے تھے بلکہ تمام زندگی عشق ومحبت، اور حسن وجمال کی مدح سرائی اور تمنائے خیر کے اظہار میں گزاری۔ ذاتی مطالعہ کی روشنی میں عرض ہے کہ انھوں نے زبان فارسی میں بھرپور شاعری کی۔ ایک مطبوعہ فارسی دیوان یادگار چھوڑا جس کا عنوان یاد نہ رہا۔ اردو دیوان کا نام "بیاض شاد" ہے جسے نظامی پریس بدایوں نے شائع کیا۔ بیاض کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہے، دوسرا اہتمام یہ کہ ہر کلام کے اوپر تاریخ وسن بھی درج ہے، پہلا کلام 12/ جمادی الاولیٰ 1330ھ کا ہے اور آخری کلام کی تاریخ شعبان 1342ھ ہے۔ 160 صفحات پر مشتمل اس بیاض میں تقریباً 40/ غزلیں فارسی میں بھی ہیں، پوری بیاض صوفیانہ وعارفانہ اور نعتیہ شاعری کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ خدا کی برتری وکبریائی اور اپنی بندگی کے ذکر کو انھوں نے اپنی شاعری کے لیے دولت سمجھا اور اس ذکر کو ہر جگہ مقدم رکھا۔ بیاض شاد سے چند حمدیہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

تو ہی واحد تو ہی قادر ہے نذیرِ مطلق
بلبلیں پڑھتی ہیں وحدت کا گلستاں میں سبق
ہے دعا شاد کی یارب کہ بہ وقتِ آخر
ہر سو تیرا نظر آئے اسے نورِ مطلق
سرِ محشر یہ مجھے کہتی ہے رحمت اس کی
نام لکھوا لے تو اپنا بھی گنہ گاروں میں
رو نمائی اسے ہر چند کہ منظور نہیں

رگِ گردن سے وہ کچھ بھی تو مگر دور نہیں
ہر سو دکھائی دیتا ہے نور خدا مجھے
خواہش بقا کی ہے نہ ہے فکرِ فنا مجھے
دیتا ہے ہم کو شاؔد سبھی کچھ وہ بے طلب
قربان کیوں نہ جائیں گے ایسے خدا کے ہم
خاک کا پتلا بنایا ہے مجھے اللہ نے
خاکساری کیوں نہ شیوہ ہو کہ میں ہوں خاکسار

"بیاضِ شاؔد" اگرچہ غزلیہ کلام پر مشتمل ہے، تاہم اخلاقی، حمدیہ اور نعتیہ چمک ہر جگہ موجود ہے، عشقِ رسالت مآب ﷺ کا جب مزید غلبہ ہوا تو پھر ساری زندگی نعتِ رسول کے سوا کچھ نہ کہا، "خم کدۂ رحمت" کے نام سے باقاعدہ نعتیہ مجموعہ تک پیش کر دیا جوان کی شاعری کے مخصوص والہانہ پن، وفورِ شوق اور عشقیہ رجحان و میلان کا ایک قیمتی تحفہ ہے، ہندو شاعر ہونے کے باوجود عقیدت کا تیور ملاحظہ کریں۔

سازگار اپنا زمانہ ہو گیا
ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا
دفن طیبہ میں ہوا لاشہ مرا
اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا
بت پرستی اب کہاں باقی رہی
اس کو چھوڑے اک زمانہ ہو گیا
کفر چھوڑا پی کے مے توحید کی
رنگ شاؔد اب عاشقانہ ہو گیا

شاؔد کی نعتیہ شاعری میں نہ کسی طرح کی کوئی ہچکچاہٹ، تکلف اور نہ کسی مقام پر بندش کے اثرات کا احساس ہوتا ہے، جس طرح ایک مسلم شاعر اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتا ہے، اسی والہانہ پن کی رفتار شاؔد کی شاعری میں بھی ملتی ہے۔ ایک غیر مسلم شاعر کا اپنی شاعری کو مسلم شاعر کی نعتیہ شاعری سے ہم آہنگ کر دینا واقعی حیرت کی بات ہے، یوں تو نعت کے شعرائے متقدمین کی تعداد کثیر ہے، مگر شاؔد کی انفرادیت اپنی جگہ مسلم ہے، حیرت ان مسلم شعرا پر ہوتی ہے جو اللہ و رسول کا دم بھرنے اور بات بات پر دہائی دینے کے باوجود اپنے جذبات و احساسات اور ایسے فکر و فن کے اظہار سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نعتیہ مجموعہ "خم کدۂ رحمت" سے چند کلام کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

بلوائیں مجھے شاؔد جو سلطانِ مدینہ
جاتے ہی میں ہو جاؤں گا قربانِ مدینہ
وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوب خدا ہیں
کعبے سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شانِ مدینہ
روکیں گے نہ دربار میں جانے کے لیے شاؔد
پہچانتے ہیں سب مجھے دربانِ مدینہ
مومن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں ہوں
اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

عرشِ عظیم ہر کہ تہِ آسماں نہ تھا
یا رب ترے حبیب کا جلوہ کہاں نہ تھا
معراج میں حضور ہوئے جب کہ باریاب
بس آپ تھے اکیلے کوئی اور واں نہ تھا
حضرت کے دم قدم سے یہ رونق بڑھی ہے سب
اسلام کا جہان میں پہلے نشاں نہ تھا

کیا کرے لے کے جو ہو عاشقِ حضرت، جنت
واعظا تیرے لیے ہے یہ غنیمت جنت
کیا کریں لے کے مکاں گر نہ ملے ہم کو مکیں
کہ نہیں طالبِ مولا کو یہ دولت جنت
بیٹھ کر شاؔد کرو گوشے میں اللہ اللہ
مل ہی جائے گی تمھیں روزِ قیامت جنت

میرے مولا، میرے والے مرے سلطانِ عرب
میرے محبوبِ خدا، پیارے نبی جانِ عرب
لاکھوں مبعوث پیمبر ہوئے اس عالم میں
کون حضرت سا ہوا شانِ عجم، جانِ عرب
بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری
اور قائل ہیں فصاحت کے فصیحانِ عرب
ہندی و رومی و مکی مدنی سب اے شاؔد
جان و دل سے ہیں مطیعِ شہِ ذیشان عرب

ماخذ: (1) بیاضِ شاد، نظامی پریس۔ (2) تذکرہ شعرائے دکن (حصہ اول) عبدالجبار خان، رحمانی پریس، حیدر آباد 1329ھ۔ (3) خم کدۂ رحمت، کشن پرشاد شاؔد۔ ۞ ۞ ۞

عصـــر حاضر کے غیـــر مسلم نعت نگار

از: مہتاب پیامی

پروفیسر جگن ناتھ آزاد اپنی خود نوشت میں تحریر کرتے ہیں:

"پرانی بات ہے، میں کراچی کے ایک نعتیہ مشاعرے میں شریک ہوا، آخر میں میری باری آئی اور میں نے اپنی طویل نعت "ولادت باسعادت" وہاں سنائی، جس کے بعد صدرِ مشاعرہ نے فرمایا کہ اس مشاعرے میں پاکستان کے شعرانے جو سب کے سب مسلمان ہیں حضور ﷺ کی شان میں اپنا کلام پیش کیا اور ہندوستان سے آئے ہوئے شاعر جگن ناتھ آزاد نے بھی، جن کا مذہب اسلام نہیں ہے، اب دونوں کے رسولِ اکرم ﷺ کے لیے اظہارِ عقیدت میں یہ فرق ہے کہ مسلم شاعروں کے لیے تو یہ ایک مذہبی فریضہ ہے، انھیں تو یہ فرض ادا کرنا ہی ہے، لیکن جب ایک ہندو شاعر یا کوئی غیر مسلم حضور ﷺ کی شان میں نعتیہ کلام کہتا ہے تو وہ اپنا کوئی بندھا ٹکا مذہبی فریضہ نہیں ادا کرتا، ہاں اس بات کا اظہار اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے مذہب کا پابند ہوتے ہوئے بھی پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شان میں نعت گوئی کر رہا ہے، تو گویا وہ اس نکتے کی وضاحت کر رہا ہے کہ اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب اور بانیانِ مذاہب کا احترام بھی ضروری ہے، اور آج دنیا کو اسی ضابطۂ اخلاق کی ضرورت ہے۔ دنیا اس وقت تنگ نظری، تنگ خیالی اور تعصب کے پھندے میں گرفتار ہے عملی طور پر لوگ مذہب سے بیگانے ہو رہے ہیں اور مذہب کے نام پر فتنہ برپا کرنے کے لیے ہر لمحہ تیار رہتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ شعرا اور دوسرے اہلِ قلم حضرات سامنے آئیں اور دوسرے مذاہب کے لیے احترام کا جذبہ بیدار کریں۔"

اردو کے کلاسیکل ادوار میں نام ور اور مستند شعرانے اگرچہ نعت سے بے اعتنائی برتی مگر چند غیر مسلم شعرانے اس میدان میں طبع آزمائی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ نعتِ رسول محض ایک مذہبی موضوع نہیں بلکہ آفاقی موضوع ہے۔ نعت کہنے کے لیے شاعر کا مسلم ہونا ضروری نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے سینے میں ایک درد مند دل موجود ہو۔ ایسا نہیں کہ غیر مسلم شعرانے صرف نعت ہی کہی ہو، انھوں نے اپنی نگارشات میں اس شعور کا مظاہرہ بھی کیا ہے جو سیرتِ رسول ﷺ کے مطالعہ کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ مشہور نعت گو شاعر امر چند قیس جالندھری کو دنیائے ادب میں مداحِ پیغمبر کے جلیل الشان لقب سے یاد کیا جاتا ہے، مقبول احمد داؤدی مدیر روزنامہ سیاست (متحدہ ہندوستان) نے مشہور نعت نگار راجا رشید محمود کو دیے گئے ایک انٹرویو میں بتایا کہ امر چند قیس جالندھری نے "سیاست" میں اشاعت کے لیے ایک نعت بھیجی، وہ اخبار کے صفحۂ اول پر چھاپ دی گئی، چند دن بعد ان کی ملاقات قیس صاحب سے ہوئی، داؤدی صاحب نے ان کو اتنی اچھی نعت لکھنے پر مبارکباد دی تو قیس صاحب نے بتایا کہ وہ ہندوؤں کی ایک فرم میں کلرک تھے۔ جس دن "سیاست" میں نعت چھپی اسی دن انھیں ملازمت سے نکال دیا گیا۔ داؤدی صاحب نے یہ خبر سید حبیب مرحوم (سیاست کے مالک) کو سنائی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور قیس صاحب کے فراغت کے دن سے انھیں "سیاست" میں ملازمت کی پیشکش کرنے کو کہا۔ داؤدی صاحب قیس صاحب سے ملے اور یہ خوش خبری سنائی تو جالندھری فوراً بولے، نہیں صاحب، آپ کیا سمجھتے ہیں؟ میں نعت بیچوں گا؟ میں اپنے جذبات کی قیمت وصول نہیں کر سکتا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے نیک دل اور شریف النفس غیر مسلموں نے نعت اپنے حقیقی جذبات کی عکاسی کے لیے کہی ہے۔

متعدّد شاعروں کی نعتیں ان کے مجموعہ میں ملنا غیر مسلم شعرا کی رسولِ کریم سے محبت و عقیدت ہی ہے، البتہ یہ بات کافی اہم ہے کہ بعض غیر مسلم شعرانے اس کثرت سے تقدیسی شاعری کی کہ ان کے مجموعے منظرِ عام پر آئے۔ ماضی میں اس کی متعدّد مثالیں ملتی ہیں، لیکن میں بات کروں گا اپنے عہد کی۔

اس مضمون میں میں نے صرف ان ہی شعرا کا مختصر ذکر کرنے کی کوشش کی ہے جو 1990ء کے بعد موجود رہے، یا 1990ء تک ان کے انتقال کی کوئی مستند خبر موصول نہیں ہوئی۔

بیسویں صدی کا آخری عشرہ اور اکیسویں صدی کا ابتدائیہ انٹرنیٹ اور برقی پیغام رسانی کا دور بن کر سامنے آیا ہے، اس دور میں بہت سے ایسے لوگوں سے شناسائی اور واقفیت ہوئی جو غیر مسلم ہونے کے باوجود نعت نگاری سے شغف رکھتے ہیں، بعض ایسے شعرا سے بھی واقیت ہوئی جو پہلے سے ہی نعت کے میدان میں مسلسل طبع آزمائی فرماتے رہے، ایسے چند عقیدت مندوں کا تذکرہ ذیل میں پیش خدمت ہے:

کالی داس گپتا رضا:

ہندوستانی ماہر غالبیات ہیں، آپ کی ولادت 1925ء اور وفات 2001 میں ہوئی، مرزا غالب کی نگارشات پر آپ نے بہت سے نادر تحقیقات پیش کی ہیں۔ مرزا غالب کے فکر و فن پر آپ کی کئی کتابیں ہیں۔ 1987ء میں انھیں غالب ایوارڈ دیا گیا۔ 1995ء میں انھوں نے غالب کے دیوان کو نئی ترتیب کے ساتھ دیوان رضا کے عنوان سے شائع کیا جو 1958 میں شائع امتیاز علی عرشی کے مطبوعہ نسخے سے بھی زیادہ جامع ہے۔ ان کی مجموعی ادبی خدمات کے عوض انھیں 2001 میں حکومتِ ہند نے پدم شری اعزاز سے نوازا۔

آپ کا ایک مجموعۂ نعت و مناقب ”بہ عنوان ”اجالا“ 1975ء میں شائع ہوا۔ اس کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اجالے ”میرا چھوٹا سا مجموعہ ہے جس میں چند نعتیں، سلام، رباعیاں اور قطعات ہیں۔ تین چار نظموں کو چھوڑ کر تمام اشعار 1970 کے پہلے کے ہیں جب کہ میں کینیا، مشرقی افریقہ کے شہر نیروبی میں مقیم تھا۔ آپ کہیں گے تقریبًا ربع صدی کا قیام افریقہ اور صرف میں چند اوراق؟ حقیقت یہ ہے کہ اس سے کم از کم تین گنا کلام جو نعتوں اور سلاموں پر مبنی تھا۔ 1970 میں نقل ملک کے دوران ضائع ہو گیا۔“

اس پیش لفظ کا آخری جملہ یہ ہے:

”تمنا ہے میرا یہ حقیر سا مجموعہ جس پر میرا دل و جاں نثار ہے، قاری کے لیے باعث تسکین دل و جاں ہو۔“

ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

ساکھ میخانۂ احمد کی ہے کتنی اچھی
جام اچھے ہیں خم اچھے ہیں صراحی اچھی
جام و مینا سے نہیں ہم کو سروکار مگر
آپ کے نام پہ آجائے تو مستی اچھی
واسطے آپ کے جھیلوں تو ستم بھی اچھا
عشق میں آپ کے آئے تو بلا بھی اچھی
نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تمہیں میلاد میں سوجھی اچھی

ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ آتش:

23 جولائی 1943 کو بنارس میں پیدا ہوئے، ان کے والد منی لال گرگ کئی زبانوں سے بخوبی واقف تھے، اردو سے بے انتہا محبت رکھتے تھے اور یہی محبت آتش کو ورثے میں ملی۔ 1958 میں آتش کی پہلی تصنیف شائع ہوئی، اس کے بعد طبیعت کا میلان شاعری کی طرف ہوا تو سلیمان آصف صاحب کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے، آپ کے کلام مسلسل اخبارات و رسائل کی زینت بنتے رہے، آپ غیر متعصب ذہن کے مالک اور اعلیٰ انسانی اقدار پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ نے سیکڑوں نعتیں کہیں، نعت نگاری کے سلسلے میں ایک گفتگو کے دوران انھوں نے بتایا کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات نے سب سے زیادہ متاثر کیا، بالخصوص آپ کے پیغامِ مساوات، بھائی چارگی کے عمل، صلح پسندی، نسل و رنگ کے جھگڑوں کا خاتمہ وغیرہ سیرت کے مختلف پہلوؤں نے میرے دل پر بہت اثر ڈالا۔ اپنی نعتوں کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ ”میری نعتیں میرے دل کی ترجمان ہیں“۔ ایک نعتیہ مجموعہ ”گل ہائے عقیدت“ اور ایک اہم تصنیف ”نکاح اور طلاق شریعت کی روشنی میں“ شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ دیوان غزلیات اور کئی اردو ہندی ناول بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

آپ کے چند نعتیہ اشعار پیش ہیں۔

الفتِ سرکارِ بطحا چاہیے
اب سوا اس کے ہمیں کیا چاہیے
حوضِ کوثر پر پہنچنے کے لیے
آپ سے مضبوط رشتہ چاہیے

مدینے کی زمیں کیا دلنشیں معلوم ہوتی ہے
ہر اک شے اس کی دنیا سے حسیں معلوم ہوتی ہے
جہاں آرام فرما ہیں ہمارے سرور عالم
حقیقت میں ہمیں جنت وہیں معلوم ہوتی ہے

ہے اک نمونہ رحمتِ عالم کی زندگی
اللہ کے حبیبِ مکرم کی زندگی
آتش ہمارے واسطے راہِ نجات ہے
سرکارِ دو جہاں شہِ عالم کی زندگی

رانا بھگوان داس بھگوانؔ:

پاکستان کے پہلے ہندو چیف جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کی ولادت 20دسمبر 1942 کو نصیر آباد لاڑکانہ (سندھ میں ہوئی۔ آپ کے دادا صوفی مشرب طبیب رانا پوہو رام تھے جو ملتان سے منتقل ہو کر سندھ میں آباد ہو گئے تھے، سلسلۂ نسب پر تھوی راج چوہان سے ملتا ہے۔ رانا بھگوان داس بھگوان نے شعر و سخن میں سید محمد مہدی رئیسؔ امروہوی (1914-1988) سے استفادہ کیا۔ آپ اسلامی تعلیمات سے گہرا شغف اور محسنِ عالم ﷺ سے عقیدت و محبت رکھتے تھے، اسلامی موضوعات پر آپ کے نثری شہ پارے بھی دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں۔ مقالات رانا بھگوان داس، تاریخ تعمیر کعبہ، سوانح سرمد شہید، حیاتِ خسرو، نظم و نسق مغلیہ اور داستان سندھی زبان آپ کی مقبول تصانیف ہیں۔ اگرچہ آپ کا کوئی نعتیہ مجموعہ منظرِ عام پر نہیں آیا مگر کثرت سے نعت کہنے والے شعرا میں آپ کا شمار ہوتا رہا ہے، معروف ادبی و مذہبی جرائد و رسائل میں آپ کی نعتیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ آپ 23 فروری 2015 کو اس عالمِ فانی سے رخصت ہوئے۔

نمونہ کلام حسب ذیل:

سوئے ارضِ محبوب جاؤں گا یارو
میں تقدیر اپنی بناؤں گا یارو
کوئی مجھ کو روکے مری جان لے لے
میں جاؤں گا، جاؤں گا، جاؤں گا یارو

دیوان چند دیوانؔ بیکانیری:

دیوان چند دیوان کی پیدائش 13 نومبر 1933 کو نانک شہر ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں صوبہ سرحد میں ہوئی۔ آپ کا شروعاتی نام بہاری لال تھا لیکن ایک بزرگ فقیر کے حکم کی تعمیل میں دیوان چند ہو گیا۔ آپ کے والد کا نام ٹیکن رام تھا۔ 1948 میں 15 برس کی عمر میں آپ اپنے والد کے ساتھ مہاجر کی حیثیت سے بیکانیر آئے۔ علیم محض ساتویں جماعت تک حاصل کی مگر اردو اور فارسی کا اچھا علم رکھتے تھے۔ ابتدا میں محنت مزدوری کی بعد میں بیکانیر ریلوے کراسنگ کے پاس برتنوں کی ایک دوکان کھول لی، وہیں قریب میں شمس الدین ساحل بیکانیری کی بھی دکان تھی جہاں وہ درزی کا کام کیا کرتے تھے، جب آپسی تعلقات استوار ہوئے تو دیوان چند کی طبیعت بھی شعر گوئی کی طرف مائل ہونے لگی۔ انھوں نے ساحل بیکانیری کو اپنا کلام برائے اصلاح دکھانا شروع کیا اور اپنے نام کے مخفف 'دیوان' کو ہی اپنا تخلص بنا لیا اور مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ ساحل صاحب کی سرپرستی اور اصلاح نے بھی ان کے کلام میں پختگی اور چمک دمک پیدا کر دی۔ بیکانیر کی بیشتر ادبی تقریبات میں دیوان چند صاحب کی شرکت لازمی سمجھی جاتی تھی۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں حضور اکرم ﷺ سے گہری عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ حسب ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے:

سب نبیوں کا سردار نبی ہم کو ملا ہے
یہ خالقِ کونین کی بے مثل عطا ہے
دشمن کو دعا دے کوئی ایسا بھی ہوا ہے؟
ہاں ہاں میرے سرکار نے ایسا ہی کیا ہے
کیوں اس پہ گرجتے ہیں یہ مندر کے پجاری
دیوان تو دیوانۂ محبوبِ خدا ہے
جو لوگ مصطفی کی قیادت میں آگئے
وہ خوش نصیب منزل مقصود پا گئے
کشتی بھنور میں تھی مرا لازم تھا ڈوبنا
اللہ کے رسول مرے کام آگئے

نعت گوئی کے علاوہ دیوان غزل گوئی اور قطعہ نگاری میں بھی گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ ان کی شاعری میں وارداتِ قلبیہ کے داؤ پیچ، لطف و انبساط، سرور و شادمانی، نغمگی و موسیقیت اور حسن و جمال کی وجد آفریں فضا ہموار دکھائی دیتی ہے۔ دیوان چند کا ابھی تک کوئی شعری مجموعہ منظرِ عام پر نہیں آیا ہے، حالاں کہ ان کا کلام کثیر تعداد میں ان کے کاغذات میں محفوظ ہے۔ البتہ اردو اور ہندی کے مختلف رسالوں اور اخبارات میں مسلسل کلام شائع ہوتے رہے۔ بیکانیر میں ہی انھوں نے زندگی کا آخری سانس لیا۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

اوم پرکاش ساحرؔ ہوشیار پوری:

ہوشیار پور کے ایک علمی خاندان کے فرد جناب لکھی رام اوہری کا شمار اپنے دور کی مدبر شخصیتوں میں ہوتا تھا انہی کے گھر 10 فروری 1913 کو ادبی دنیا کی ایک اہم شخصیت اوم پرکاش نے جنم لیا جنھیں دنیا ساحرؔ ہوشیار پوری کے نام سے جانتی ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوشیار پور اور پھر لاہور میں ہوئی، تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے

کانپور چلے آئے، یہاں تجارتی مصروفیات کے ساتھ مشغلۂ سخن بھی جاری رہا۔ آپ نے کان پور سے ماہ نامہ ”چندن“ ہوشیار پور سے ماہ نامہ کیلاش اور 1950 میں دہلی سے ماہ نامہ ”ماہِ نو“ جاری کیا۔

ساحرؔ کا تعلق دبستان داغ سے ہے۔ ابو الفصاحت جوش ملسیانی (1883 - 1971) کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے وطن کی بہت سی انجمنوں کے بانی اور سرپرست رہے۔ قومی اور ریاستی سرکاری اور غیر سرکاری ادبی تنظیموں کے آپ روح رواں رہے۔ متعدّد اعزازات وانعامات کے علاوہ موصوف کو ”ممتاز الشعرا“ کا تکریمی خطاب بھی مل چکا ہے۔ ساحرؔ ہوشیار پوری 12 اگست 1994 کو رخصت ہوئے۔

قابلِ ذکر تصانیف ”مہاویر میما (1939)، سحر غزل (1959) سرنے (1960)، جلترنگ (1975)، سحر حرف (1983)“ ہیں۔ نعت کا کوئی مجموعہ منظرِ عام پر نہیں آیا، مگر کثرت سے حمد و نعت کے اشعار کہتے تھے، نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

عین صداقت نام ترا
وصل محبت نام ترا
تیرے جلوے لا تعداد
نورِ وحدت نام ترا

جامِ صہبائے حقیقت پی کے پھر مستانہ بن
تو محمد مصطفیٰ کی یاد میں دیوانہ بن
سارا عالم ہے منور آپ کے انوار سے
سارا عالم آئینہ ہے آپ کے انوار کا
معجزے کم نہیں یہ بھی کہ ساحر ہے غلام
اپنے آقا، اپنے مولا احمدِ مختار کا

جبینِ جہاں آستانِ محمد
عقیدت کی انتہا ہو رہی ہے
مرا سر ہے پائے پیمبر پہ ساحر
نمازِ ارادت ادا ہو رہی ہے

نذیرؔ قیصر:

موجودہ مسیحی شعرا میں نذیر قیصر کا نام خاصی علمی و ادبی اہمیت کا حامل ہے۔ انھیں اُردو اور پنجابی میں یکساں دسترس حاصل ہے اور دونوں زبانوں میں شاعری کرتے ہیں، آپ کے کئی وقیع شعری مجموعے ہیں، صحافت سے بھی تعلق ہے، کافی عرصہ تک اُردو ہفت روزہ ’صدائے حق‘ کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔

آپ کی ولادت 5/ جنوری 1945 کو ہوئی۔ ان کے شعری مجموعے ’تیری دنیا“1979ء ”آنکھیں، چہرہ، ہاتھ“1968ء اور ”گنبدِ خوف سے بشارت“ 1984ء میں منظر عام پر آئے اور اُردو کی نئی شاعری میں قابل قدر اضافہ تسلیم کیے گئے۔ قیصر نے نعتیہ شاعری میں بہت شہرت و ناموری حاصل کی۔ ان کی نعتوں کا مجموعہ ”اے ہوا موذن ہو“ 1992ء میں شائع ہوا تھا۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی رقم طراز ہیں:

”نذیر قیصر اس روایت کا ایک بھرپور اور توانا اظہار ہیں جو غیر مسلموں کی نعت کے حوالے سے اردو اور ہماری دیگر زبانوں میں تسلسل کے ساتھ مل رہی ہے۔“

سراج منیر مرحوم نے لکھا ہے:

”نذیر کی نعتیں اپنے منفرد اسلوب، جذب و مستی کی سرشاری اور لفظ و معنیٰ کے علامتی روابط کی نئی جہتوں کے سبب نعتیہ ادب میں ایک نئی روایت کا در وا کرتی ہیں۔“

نمونہ کلام پیشِ خدمت ہے۔

خامشی، غارِ حرا، دل میرا
تیرے قدموں کی صدا، دل میرا
گنبدِ سبز پہ تاروں کا ہجوم
اور سر بابِ دعا، دل میرا

کرشن بہاری نورؔ لکھنوی:

کرشن بہاری نور 8 نومبر 1925 کو لکھنؤ کے ایک علمی و ادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ شاعرانہ ماحول میں تربیت ہوئی۔ بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ اچھے اور لائق دوستوں کی صحبت میں ان کے ذوق کو اور جلا ملی۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز 1942 سے ہوا، ابتدائی غزلوں پر موہن لال ماتھر بیدارؔ اور تلسی رام نازؔ سے اصلاح لی اور بعد میں فضلؔ نقوی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ 1960 تک فضلؔ نقوی سے اصلاح سخن لیتے رہے۔

نور صاحب محکمۂ پوسٹل اینڈ ٹیلی گراف میں ملازم تھے اور ایک

ذمے دار عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ نور کا پہلا شعری مجموعہ ''دکھ سکھ'' کے نام سے 1977 میں اتر پردیش اردو اکادمی کے مالی اشتراک سے شائع ہوا اور دوسرا ''حسینیت کی چھاؤں میں'' 1980، تیسرا ''تپسیا'' 1982 اور چوتھا ''سمندر مری تلاش میں ہے'' 1994 کو شائع ہوئے۔ اتر پردیش اردو اکادمی نے ان کی ادبی خدمات پر انعام دیا۔ 30 مئی 2003 کو نور کا حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے غازی آباد میں انتقال ہوا اور وہیں آخری رسومات ادا کی گئیں۔ نور معاصر عہد میں کلاسیکی ادب کے ممتاز شاعر تھے۔ انھوں نے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد چھوڑی ہے۔ (ریختہ ڈاٹ کام)

نورؔ لکھنوی نے نعتیں اور سلام بڑے اہتمام سے کہے ہیں، ان کی تقدیسی شاعری میں ادبی حسن کے ساتھ ساتھ عقیدت و محبت کا جو رچاؤ ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

کوئی مذہب تھا نہ ایماں تھا نبی سے پہلے
بھٹکا بھٹکا سا ہر انساں تھا نبی سے پہلے
کس کو معبود کی قربت کا شرف حاصل تھا
رازِ حق کس پہ نمایاں تھا نبی سے پہلے

معراج نبوت پاتی ہے، پر نور زمانہ ہوتا ہے
معبود سے باتیں ہوتی ہیں اور بیچ میں پردا ہوتا ہے
آتے ہیں نبی، جاتے ہیں نبی، بستر پہ شکن پڑتی ہی نہیں
کٹ جاتی ہے جب معراج کی شب عالم میں سویرا ہوتا ہے

ڈی اے ہیریسن قربانؔ:

ڈی اے ہیریسن کا شمار بیسویں صدی کے نامور بزرگ شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش 1919ء میں مراد آباد میں ہوئی تھی، تاریخ وفات کے بارے میں کوئی خبر نہیں۔

ہیریسن قربانؔ نے اُردو ادبیات اور انگریزی میں ڈبل ایم اے اور بی ٹی کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد محکمۂ تعلیم میں ذمہ دار عہدے پر فائز رہے۔ ان کی جو کتابیں شائع ہو کر مقبول ہوئیں ان میں شیکسپیئر کی کہانیاں، مثنوی داستانِ عجیب، مسیح جہاں (ڈرامہ)، علمی ادبی مضامین کا مجموعہ 'فکر حسین'، 'حرفِ آرزو'، 'صلیب کا دور' (شعری مجموعہ) 'تصویر غالب' (ڈرامہ)، افسانوی مجموعہ 'سلگتے خواب' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

شاعری میں محبوب علی اختر فیروزآبادی، بشیشور پرشاد منورؔ لکھنوی، پادری ایس ایس ریحانیؔ لکھنوی، رتن پنڈوری اور بخشی اخترؔ امرتسری سے فن شعر میں رہنمائی حاصل کی آپ نے اُردو کے مسیحی شعرا کا ایک مبسوط تذکرہ بھی مرتب کیا جس میں ہندوستان کے تمام ہی عیسائی شاعروں کا ذکر اور نمونہ کلام شامل کیا ہے۔

آپ نے متعدد نعتیں بھی کہی ہیں، ایک مرصع نعت کے چند اشعار دیکھیے۔

سنی جس کسی نے صدائے محمد
ہوا قلب وجاں سے فدائے محمد
پسند آیا ان کو بھی قربانؔ جب سے
جو میں کر رہا ہوں ثنائے محمد

جو لیئس نحیف دہلوی:

بیسویں صدی کے شعرا میں ایک جانا پہچانا نام ہے۔ 1984 میں ان کا مجموعہ کلام 'آواز دل' مکتبہ شان ہند سے شائع ہوا۔ اس کا پیش لفظ بشیشور پرشاد منورؔ لکھنوی نے تحریر کیا تھا۔ نحیف دہلوی 17 ستمبر 1927 کو تحصیل باغپت کے موضع جگھولی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پادری تھے، نحیفؔ نے یونائیٹڈ کرسچین کالج دہلی میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد فوج میں بھرتی ہو گئے، ان کا گھریلو نام جمشید اللہ بخش تھا، یہی نام ان کے اسکولی سرٹیفکیٹ میں درج تھا۔ 1947 میں اسی وجہ سے فوج کی نوکری چھوڑنی پڑی، اور اس کے بعد اپنا نام جولیئس رکھ لیا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی شعر و ادب کا شوق تھا۔ استاد شاعر موجؔ زیبائی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہونے کے بعد نحیفؔ تخلص اختیار کیا۔ ان کا معیاری کلام ملک کے اخبارات و جرائد میں مسلسل شائع ہوتا رہا۔ ان کی شاعری سلاستِ بیان، صلابتِ زبان، سادگی اور بے تکلفی کا بہترین نمونہ ہے۔ نحیفؔ دہلوی نے بہترین نعتیں بھی کہیں، ایک نظم کے دو بند ملاحظہ کریں:

مئے توحید سے لبریز پیمانہ محمد کا
ملا ہر امتی کو خوب نذرانہ محمد کا
مبارک ہے جو کہلاتا ہے دیوانہ محمد کا
بڑے ہی ناز سے کہتا ہے مستانہ محمد کا
محبت سارے عالم کو شہِ روزِ جزا کی ہے

ہوئی انسانیت کی شمع روشن شان و شوکت سے
ہر اک دل جگمگا اٹھا چراغِ شانِ وحدت سے
فلک پر چاند بھی شرما گیا حسنِ لطافت سے
منور کیوں نہ ہوجائے زمانہ شمعِ الفت سے
یہ ساری دلکشی دنیا میں شاہِ انبیا کی ہے

چندر بھان خیال:

مشہور صحافی ڈاکٹر مہتاب عالم اردو روز نامہ وطن 14 مارچ 2020 کے شمارے میں تحریر کرتے ہیں:

"چندر بھان خیال کا تعلق مدھیہ پردیش کے ہوشنگ آباد کے تاریخی قصبہ بابئ سے ہے۔ چندر بھان خیال کی ولادت 13 اپریل 1946 کو قصبہ بابئ کے کنج بہاری لال کے یہاں ہوئی۔ ان کا تعلیمی سفر بابئ سے شروع ہوا۔ انھوں نے بابئ سے ہی ہندی میڈیم میں ہائر سکنڈری تک کی تعلیم حاصل کی۔ 1964 میں چندر بھان خیال نے ہوشنگ آباد کے نربدا ڈگری کالج میں داخلہ لیا اور اس طرح انھوں نے ساگر یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی۔ چندر بھان خیال کی شناخت اردو کے مستند شاعر وصحافی کے طور پر ہوتی ہے لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جس مقام سے چندر بھان خیال کا تعلق ہے، وہاں اردو کا گزر دور دور تک نہیں تھا۔ 1960 میں بابئ میں جگدیش واچنالیہ کے نام سے ایک لائبریری قائم کی گئی اور اس لائبریری کی ذمہ داری گاؤں کے اسکول ٹیچر جی ایم خان گمراہ کے سپرد کی گئی۔ چنانچہ اس لائبریری کے قیام اور جی ایم خان گمراہ کی صحبت نے چندر بھان خیال کو اردو کی جانب راغب کیا۔

1966 میں چندر بھان خیال نے اپنی عملی زندگی کے سفر کے لیے دہلی سفر کیا۔ یہیں پر ان کی ملاقات ممتاز شاعر پنڈت رام کرشن مضطر سے ہوئی۔ چندر بھان خیال نے مضطر کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ مضطر کا شمار فراق گورکھپوری کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ چندر بھان خیال کو خیال تخلص رگھوپتی سہائے فراق کا ہی دیا ہوا ہے۔ چندر بھان خیال نے روز نامہ تیج سے اپنے صحافتی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے سویرا، قومی آواز اور دوسرے اخبارات میں اپنی صحافتی خدمات انجام دیں۔ چندر بھان خیال قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے وائس چیئرمین بھی رہے ہیں۔ اب انھیں مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کا وائس چیئرمین بنایا گیا ہے۔

چندر بھان خیال کو نثر و نظم دونوں میں اظہار خیال کی یکساں قدرت حاصل ہے۔ ان کے شعری مجموعوں میں شعلوں کا شجر، گمشدہ آدمی کا انتظار، لولاک، صبح مشرق کی اذاں، سلگتی سوچ کے سائے، کمار پاشی ایک انتخاب کے نام قابل ذکر ہیں۔ چندر بھان خیال کے فکر و فن پر اردو کے کئی رسالوں نے خصوصی نمبر بھی شائع کیے ہیں۔

چندر بھان خیال کا تیسرا مجموعہ ان کی طویل نظم "لولاک" کے نام سے منظر عام پر آیا ہے۔ یہ نظم چھ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے اور ہر باب کی موضوعی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے چار بحور کا استعمال کیا گیا ہے جو کسی بھی معمولی شاعر کی سوچ کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔"

چندر بھان خیال رسول اکرم ﷺ کے تعلق سے فرماتے ہیں:

میں جب چوتھی جماعت کا طالب علم تھا، تو حضرت محمد ﷺ سے متعلق ایک چھوٹا سا مضمون کسی کتاب یا رسالے میں پڑھا تھا۔ اس مضمون میں بتایا گیا تھا کہ عرب کی سرزمین پر چودہ سو برس قبل ایک عظیم المرتبت شخص نے جنم لیا تھا جس نے دنیا کو دین اسلام دیا، صرف 23 برس کی قلیل مدت میں غیر مہذب اور منتشر عرب معاشرے کو نہ صرف مہذب اور منظم کر دیا بلکہ چھوا چھات برادری واد، امیری غریبی کی لعنت سے نجات دلا کر اعلیٰ اور ادنیٰ کے فرق کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔ اس مضمون نے مجھے فکر کے سمندر میں غوطہ زن کر دیا تھا، میں حیران تھا کہ جن برائیوں کے نرغے میں آج ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں وہ محمد ﷺ نام کے ایک شخص نے صدیوں قبل ہی مٹا دی تھیں۔"

یہی وہ نقش ہے جو چندر بھان خیال کے معصوم ذہن میں اس طرح بیٹھ گیا کہ انھیں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جو کچھ بھی پڑھنے کو ملا وہ اسے پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھتے رہے۔ اور "لولاک" ایسی لافانی نظم ان کے ذہن میں تشکیل پاتی رہی، لولاک، رسول اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اس وقت کے جہل فطرت، ماحول کو جس طرح آئینہ کرتی ہے اس میں چندر بھان خیال کی شعری شخصیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، چونکہ وہ نظم کی ابتدا رسول اکرم ﷺ کی پیدائش سے قبل کے ماحول میں کرتے ہیں، اور اپنے قارئین کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ وجود میں آنے سے قبل دنیا اس قدر جہالت کے اندھیروں میں غرقاب تھی کہ انسان اچھائی اور برائی کے واضح فرق کو بھی نظر انداز کر چکا تھا۔ نظم کا ابتدائی

منظر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرتِ آدم سے پیدا ہو گیا جب آدمی
سمتِ امکانات میں بڑھنے لگا جب آدمی
سینۂ صحرا میں ہر دم جگمگاتا تھا کوئی
تیرہ و تاریک لمحوں سے گزرنے کے لیے
آدمی کے راستوں میں رنگ بھرنے کے لیے
تہ بہ تہ تنہائی کی تہ میں اترنے کے لیے
بحر و بر کی وسعتوں سے دامنِ افلاک تک
گونجتی تھی اک تڑپ تخلیق کی دیوانہ وار
خلوتوں کی خاک میں لپٹے ہوئے دن بیقرار
اور سنّاٹوں کے آگے بے قبا شب شرمسار

نظم کا اختتامیہ تمام دنیا کے انسانوں کی بھلائی اور خدائے واحد کی توحید و عبادت سے معمور ہے۔ اگر دنیا پورے طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کی راہوں میں سفر آمادہ ہو جائے تو زمین کے کسی کونے میں بھی شر کو پاؤں رکھنے کے لیے جگہ نصیب نہیں ہوگی۔

چندر بھان خیال کی نظم ”لولاک“ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک ایسی نظم ہے جس کا تفصیلی تجزیہ مختلف فکر و خیال کی روشنیوں میں ہونا چاہیے۔ بے شک یہ نظم شاہ کار ہے اور اس پر مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔

سردار پنچھی:

کرنیل سنگھ سردار پنچھی کی ولادت 14 اکتوبر 1932 کو گوجرانوالہ، برٹش پنجاب میں ہوئی۔ 17 برس کی عمر میں تقسیمِ وطن کے موقع پر وہ ہجرت کر کے ہندوستان چلے آئے۔

مزدور کی آواز، سانولے سورج، سورج کی شاخیں، ادھورے بت، درد کا ترجمہ، ٹکڑے ٹکڑے آئینہ، نقش قدم، میری نظر میں آپ، اجالوں کے ہم سفر، گلستانِ عقیدت، بوستانِ عقیدت، پنچھی دی پرواز، قدم قدم تنہائی آپ کے مطبوعہ شعری مجموعے ہیں۔

محمود فیصل ریسرچ اسکالر دہلی یونیورسٹی سردار پنچھی کی تقدیسی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں:

کرنال سنگھ سردار پنچھی ایک نعت گو شاعر، مداح رسول، اور عاشق نبی ہیں، عقیدت و احترام کے جذبات ان کی سرشت میں موجزن رہے ہیں ان کی عقیدت مندانہ کاوشیں ’بوستان عقیدت‘ (منقبت و سلام کا نذرانہ بحضور اہل بیت) منظر عام پر آئیں اور بحیثیت شاعر خیر البشر محبت و مؤدت کا اظہاریہ ’گلستان عقیدت‘ کی شکل میں وجود میں آیا ان کی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عقیدت راویتی یا رسمی نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے اخلاق حسنہ اور سیرت مبارکہ نے سردار پنچھی کے اندر عقیدت کے سمندر موجزن کیے ہیں آپ کی تعلیمات نے سردار پنچھی کو عقیدت مند بنا دیا۔

ایک جگہ سردار پنچھی رقم طراز ہیں:

”میں نے فرقہ وارانہ نہج سے اوپر اٹھ کر لکھا ہے، میری رائے بنانے میں اسلامی تاریخ کا اہم کردار رہا ہے۔“

’گلستان عقیدت‘ کے مطالعے سے منکشف ہوتا ہے کہ سردار پنچھی کی عقیدت محض رسمی نہیں ہے بلکہ ان کی نظر میں سرور کائنات کی شخصیت کے تمام پہلو ہیں، سردار پنچھی کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے اور عاشقان رسول شعرا میں ان کا شمار ہوتا ہے، اسی عقیدت نے ان کو نعت گو شاعر بنا دیا۔ آپ کی ذات اقدس میں شاعر کو اپنے لیے ایک اعلیٰ ترین اوصاف سے متّصف ایک قابل تقلید اسوہ دیکھنے کو ملتا ہے اور اسی جذبے سے لبریز ہو کر سردار پنچھی کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

عقیدت کہ رہی ہے آج اس کی چوم لوں آنکھیں
کہ جس نے گنبد خضرا پہ چھائی چاندنی دیکھی

گلستان عقیدت کے انتساب میں انھوں نے لکھا:

”ان تمام لوگوں کے نام جو رسول اللہ کے اکرام سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔“

سردار پنچھی نے اسلامی تعلیمات کو بھی اپنی شاعری میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کا نمونہ کلام مندرجہ ذیل ہے:

اگر دیکھی نبوت تو محمد آپ کی دیکھی
کرم دیکھا، عمل دیکھا، مثالی زندگی دیکھی
حق سے کرو محبتیں باطل سے نفرتیں
رکھنا ہمیشہ یاد نصیحت رسول کی

ایک بار سردار پنچھی کی ورک شاپ سے مشین کا بھاری بھرکم پرزہ، جو کہ مرمت کے لیے آیا تھا چوری ہو گیا جب اس کی خبر سردار پنچھی کو ملی تو وہ بہت پریشان ہوئے وہ اس واقعہ کا ذکر اس انداز میں کرتے ہیں:

”میں خاموشی کی ساتھ گھر لوٹ آیا اور اپنے دیوان خانے کو اندر

سے بند کر کے بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر بعد میں نے دونوں ہاتھوں کو اوپر جوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا نام لیا اور ان سے استدعا کی اے خیر البشر! اے مشکل کشا! میری مشکل دور کیجیے میں ایک ادنیٰ سا شاعر ہوں آپ کا مداح ہوں اپنے دیوانے پر کرم فرمائیے۔ یہ دعا کرنے کے دو منٹ بعد مجھے احساس ہوا کہ میرے جسم میں جان لوٹ آئی ہے اور ایک منٹ گزرا ہوگا کہ فون کی گھنٹی بجی میں نے ریسیور اٹھایا، دوسری طرف سے آواز آئی یہ اودھ میل اخبار کا دفتر ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ سردار پنچھی صاحب سے بات ہو سکتی ہے؟ جی ہاں بول رہا ہوں! میں کوتوالی سے انسپکٹر سنہا بول رہا ہوں، ہم نے چوری کے مال کا ایک ٹرک پکڑا ہے چوروں نے آپ کے کارخانے سے مال چرائے ہیں آپ کوتوالی چلے آئیں اور اپنا مال لے جائیں، اس طرح میرا چوری شدہ مال برآمد ہو گیا' اس واقعہ نے حضرت محمد ﷺ کے تئیں میرے دل میں بے کراں عقیدت پیدا کر دی اور یہ اٹوٹ رشتہ آج تک قائم ہے اور اسے اٹوٹ رشتے کے زیر اثر عشق رسول میں ڈوب کر سردار پنچھی نے یہ اشعار پیش کیے ہیں۔

جسے بھی خوف ہو روز جزا کا
وہ دامن تھام لے خیرالوریٰ کا
غم آئے تو آنے دو ہم ڈرتے نہیں غم سے
لو ہم نے لگائی ہے سرکار دو عالم سے
دل میں بسالے دوست عقیدت رسول کی
شب و روز تجھ پہ برسے رحمت رسول کی
محمد مصیبت میں حاجت روا ہیں
وہ کشتی اسلام کے ناخدا ہیں

توقع ہے کہ "گلستان عقیدت" کے ذریعہ کرنیل سنگھ سردار پنچھی کو نئی پہچان ملے گی۔

شیو بہادر سنگھ دلبر رائے بریلوی:

ضلع رائے بریلی، اتر پردیش کے ایک قادر الکلام اور کہنہ مشق شاعر ہیں، دلبر تخلص کرتے ہیں ہیں۔ آپ کے والد کا نام جگن ناتھ سنگھ ہے۔ انھوں نے تقدیسی شاعری کی ہے اور خوب کی ہے۔ ایک ایک نعتیہ مجموعہ "عقیدت کے پھول" 2006 میں شائع ہوا، اسی مجموعے سے نعت کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھ رہا ہوں خواب میں دلبر، میں ہوں روضے پر
پاسِ ادب سے دل ہے لرزاں اور سوالی آنکھیں ہیں

مجموعۂ نعت "عقیدت کے پھول" مجھے دستیاب نہ ہو سکا۔ دلبر کا دوسرا مجموعہ حمدیہ ہے جو "توصیفِ حق" کے عنوان سے 2013 میں شائع ہوا، مجموعہ کلام میں شامل حمدیہ کلام کی تعداد 100 ہے۔

چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

یا الٰہی تو مجھے علم کی دولت دے دے
اپنے بندوں کے لیے دل میں محبت دے دے
میں کبھی راہِ صداقت سے جو بھٹکوں مولا
رہبری کے لیے سرکار کی سیرت دے دے
تجھ سے جو باخبر نہیں ہوتا
آدمی معتبر نہیں ہوتا
تیری قدرت سے بے نیاز کبھی
کوئی اہلِ نظر نہیں ہوتا

تلک راج پارس:

عہدِ حاضر کے غیر مسلم نعت نگاروں میں محبِ گرامی محترم تلک راج پارس کا نام نامی سرِفہرست ہے۔ آپ کا اسمِ گرامی تلک راج ٹِوانی ہے۔ 23 جنوری 1951ء کو جبل پور (مدھیہ پردیش) میں ولادت ہوئی، والد لوک راج ٹِوانی اور والدہ محترمہ جسودا دیوی ہیں۔ آپ نے گریجویشن کیا ہے۔ 1980 میں جب آغازِ سخن فرمایا تو محترم عبد الحیٔ انجم کے حلقۂ تلمذ سے وابستہ ہوئے اور پارس تخلص اختیار فرمایا۔ اب تک 4 مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان میں "پتے شور مچاتے ہیں" اور "تیرے لیے" غزلوں کے مجموعے ہیں جب کہ "الف یا مصطفیٰ" اور "وہی نبی ہے" نعتیہ مجموعے۔

ماہ نامہ روابط انٹرنیشنل اسلام آباد میں آپ کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے، انٹرویو لیا ہے محترمہ عرشیہ احسان نے، ہم یہاں اس کے بعض اقتباسات نقل کر رہے ہیں۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"بی اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ناگ پور میں دو مسلم دوستوں کے ساتھ ادبی دنیا میں شاعری کرتے ہوئے قدم رکھا۔ جب جبل پور واپس آیا تو عبد الحیٔ انجم تک پہنچا اور شاگرد بن گیا۔ لوگوں کو نعت کہتے سنا تو پتا کیا، یہ کیا ہے؟ پھر سیرت کی کئی کتابیں پڑھیں، یوں نعتیں کہنے لگا۔"

آپ مزید کہتے ہیں:

"پانچ سال پہلے آدھے طرف کے پیرالائسز کا شکار ہوا تو بچے ڈاکٹروں کے پاس لے گئے۔ میں دوا نہیں کھاتا تھا۔ ایک دوست کربلا

کی مٹی لائے، دوسرے خاکِ شفا۔ لوگ متاثرہ بدن پر ملتے اور میں پھانکتا تھا چٹکی چٹکی۔ الحمدللہ شفایاب ہوا۔ کئی سال سے روز نعت کہتا ہوں اب تک تین ہزار نعتیں ہوگئی ہیں۔

کئی سال ہوگئے مجھے مسلسل نعت کہتے ہوئے، اس کے لیے روز رات میں جاگتا ہوں اور اللہ کے کرم سے روز ایک نعت کہتا ہوں، چاہے آسمان اِدھر کا اُدھر ہوجائے مگر نعت تو روز ہوتی ہے۔ اب تک 3000 نعت کہنے کا شرف حاصل ہوچکا ہے، یہی بات یقین کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ اللہ رب عالم ہے اور نبی رحمت عالم تبھی تو میرے جیسے کم علم کا انتخاب نعت کہنے کے لیے ہوا۔"

محترم تلک راج پارسؔ کی نعتیں ہندوستان و پاکستان کے نعت خواں حضرات مسلسل پیش کرتے رہتے ہیں، ہم نے اپنے اس مضمون میں شامل کرنے کے لیے آپ کا تعارف مانگا تو بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ آپ نے ہماری درخواست قبول کی اور تعارف کے ساتھ ساتھ چند کلام بھی ارسال فرمائے، ذیل میں چند اشعار پیش ہیں۔

سرور کے در کی، روضۂ اطہر کی بات ہے
ہم ان کے ہوگئے یہ مقدر کی بات ہے
سب جام لے رہے ہیں رسالت مآب سے
بخشش کا دن ہے ساقیِ کوثر کی بات ہے

ازل سے اب تک جو کن کا مرکز بنا ہوا ہے وہی نبی ہے
خدائے برتر کے نور سے جو بدن ڈھلا ہے وہی نبی ہے
بشارتوں کی حدوں میں کھوکر تلاش کر اپنے رب کو پارس
جو رحمتوں کے تمام پردے اٹھا رہا ہے وہی نبی ہے

دولت پسند ہے نہ ہی شہرت پسند ہے
مجھ کو مرے نبی کی اطاعت پسند ہے
اللہ لا شریک ہے یہ مانتا ہوں میں
سرکار کو مری یہ شہادت پسند ہے
ان کا آنا نعت ہے، ان کا گھرانا نعت ہے
سرورِ کونین کا سارا زمانہ نعت ہے
جب فرشتے پیس دینا چاہتے تھے شہر کو
اہلِ طائف کو محمد کا بچانا نعت ہے

دعا ہے پروردگار عالم ہمیں بھی اچھی اور سچی نعت گوئی کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین ☆☆☆

(ص:47 کا بقیہ)... انتہائی جارحانہ انداز میں دنیا کے روبرو پیش کیا۔ یہ مضمون اسی موقع پر لکھا گیا اور اسلام دشمن خبر رساں ایجنسیوں کی خوب خبر لی گئی اور ان کے ہفوات کا دنداں شکن جواب بھی دیا گیا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا مقالہ "سپریم کورٹ کی مداخلت کے خطرناک نتائج اور نفقۂ مطلقہ کے متعلق شرعی احکام" بھی ہے جس کے مطالعہ سے حضرت شیخ القرآن کی فقہی بصیرت، علمی کمال اور زمانہ شناسی کا جوہر نمایاں ہوتا ہے۔ پورا مضمون اٹھارہ صفحات میں پھیلا ہوا ہے اور انتہائی قابل مطالعہ ہے۔

"شعار اسلام" 16 رصفحات کو محیط ایک علمی مضمون ہے جو فکر انگیز بھی ہے اور چشم کشا بھی، اس مضمون میں "اسلامی سلام" کی قرار واقعی حقیقت وحیثیت واضح کی گئی ہے اور یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہر صاحبِ ایمان پر شعارِ اسلام کے تحفظ میں ہمہ دم کوشاں رہنا لازم وضروری ہے۔

سوانحی مضامین میں صرح احوالِ حیات کا بیان نہیں ہے بلکہ ان میں بزرگ علما ومشائخ اور اساطین زمانہ کی علمی سطوت اور فکری کمال کا اظہار بھی ہے اور معاصرین میں ان کے مقام ومرتبہ کا تعین بھی کیا گیا ہے۔ ان کے اس طرح کے مضامین میں "حضرت مخدوم اشرف سمنانی، اشرفی میاں، صدر العلماء، قائد اہل سنت، مفتی نانپارہ، پیر سید کمیل اشرف، مولانا حافظ عبدالروف بلیاوی" وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ "مرشد کامل کی تلاش" ایک فکری اظہاریہ ہے جس میں شیخ القرآن نے اپنے مرشد گرامی حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اپنی وابستگی کو بیان فرمایا ہے۔ یہ تحریر کافی دل چسپ حقائق پر مشتمل ہے۔

"سفرنامہ حجاز" کی نامکمل قسطیں اکہتر صفحات کو محیط ہیں۔ یہ طویل تحریر بیش بہا ادبی، ایمانی، فکری واردات کا خزانہ ہے، اس میں سفرِ حج سے متعلق یادداشتوں کا جو تانا بانا بنا گیا ہے جو دل پذیر بھی ہے اور عقیدت خیز بھی۔ "انٹرویو" اٹھائیس صفحات میں پھیلا ہوا اور حضرت شیخ القرآن کے احوال زیست کا مستند حوالہ بھی ہے، اس میں بڑی صاف گوئی کے ساتھ تاریخی باتیں ریکارڈ ہوئی ہیں اور ہمیں بہت کچھ سکھاتی ہیں۔

یہ ہے "مقالاتِ شیخ القرآن" کا ایک مختصر جائزہ، کتاب کے مرتب مولانا کمال احمد علیمی ایک جواں فکر اور مسلسل علمی اور قلمی کاموں میں الجھے رہنے والے قلم کار ہیں، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی میں استاذ ہیں، تدریس وتصنیف کے ساتھ میدان خطابت میں بھی اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں، کئی اہم کتابیں اور قیمتی مقالات ان کے زرنگار قلم سے معرض وجود میں آئے اور شوق سے پڑھے گئے، "امام احمد رضا اور اسرائیلیات" ان کی ایک اہم تحقیق ہے، اور بھی کئی اہم کتابیں طبع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں۔ ان شاءاللہ ان کی یہ علمی خدمت بھی قبولیت سے سرفراز ہوگی۔ ❋❋

آئینۂ عالم

دبئی حکومت کا اسلام دشمن قانون
چوں کفر از کعبہ برخیزد، کجا ماند مسلمانی

مولانا محمد ادریس بستوی

پوری دنیا کا مسلمان خطۂ عرب، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دیگر مقامات مقدسہ اور عام طور سے وہاں کے باشندوں کا احترام کرتا ہے اور انھیں عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتا ہے، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خطۂ مبارکہ پر نورِ رسالت کی اولین شعاعیں پڑیں اور توحید کا پرچم اسی سے بلند ہوا اور اسی دیار کے لوگ اول اول فیضان نبوت سے مالا مال ہوئے مگر آج سعودی عرب اور اس کی حلیف ریاستوں سے اسلام اور قوانین اسلام کی پامالی اور بے حرمتی کی جو خبریں آ رہی ہیں، جن کی تشہیر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ہو رہی ہے، وہ پورے عالم اسلام کو بے قرار کرنے کے لیے کافی ہے۔

عرب کی سب سے بڑی اور مضبوط ریاست سعودی عرب نے اسلامی حکومت ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود جس طرح اپنے یہاں سنیما، قمار خانہ کے ساتھ عورتوں کی بے پردگی اور امریکہ کے نقشِ قدم پر خواتین کو ہر میدان میں اتار دیا ہے، وہ انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ اب تازہ ترین یہ وحشت ناک خبر اخباروں میں چھپی ہے کہ دبئی کی حکومت نے اپنے قوانین میں چالیس ترامیم اصلاح کی ہیں، جن میں پہلی ترمیم یہ ہے کہ دبئی کے پرانے قانون میں اگر کوئی انسانی جوڑا (مرد و عورت یا لڑکا اور لڑکی) شادی کے پہلے مباشرت کرتا تھا تو اس کو مجرم قرار دے کر سزا دی جاتی تھی، لیکن اب موجودہ ترمیم کے بعد ایسے تمام زناکار جو شادی سے پہلے باہم اختلاط اور مباشرت فاحشہ کریں گے انھیں مجرم نہیں مانا جائے گا اور جب مجرم ہی نہیں مانا جائے گا تو کسی طرح کی سزا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایسا زانی جوڑا دبئی کے مہذب سماج کا باوقار حصہ ہوگا۔ الامان والحفیظ۔

عملاً دبئی میں بہت دنوں سے قبل شادی الگ ایک کمرے میں جوان عورت اور مرد کا رہنا معمول تھا لیکن اب اسے قانونی تحفظ دے کر اس مسلمانی ریاست نے زنا کے فروغ کا مکمل انتظام کر دیا ہے کیوں کہ موجودہ اصلاح اصلاح نہیں بلکہ سراسر قرآن و حدیث کے خلاف تخریب ہے اور شیطانی عمل ہے۔

پوری دنیا کے علمائے کرام اور مفتیانِ عظام سے ہماری گذارش ہے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس مذموم ترمیم کے خلاف فتاوے دے کر عالم اسلام کو گم راہی سے بچائیں۔

مذہب اسلام نے عورتوں کے تحفظ کے لیے دو نامحرموں کو تنہائی میں اکٹھا ہونے سے جس سختی سے منع کیا ہے اس قانون کے ذریعہ اس کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے خلاف ایک عیاشی اور فحاشی کا قانون لایا جا رہا ہے، جسے اسلام کا کلمہ پڑھنے والا کسی حال میں منظور نہیں کر سکتا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ عرب کے دیگر سربراہانِ مملکت بھی بالکل خاموش ہیں، انھیں تو اپنی حلیف حکومت دبئی کو اس حرکت سے روکنا چاہیے تھا اور سختی کے ساتھ کہنا چاہیے تھا کہ تم اس غیر اسلامی قانون کو ہرگز لاگو نہیں کر سکتے، اور اگر تم ایسا کرتے ہو تو ہمارا تمھارا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔

دبئی کا یہ قانون قربِ قیامت کی نشانی کے طور پر سامنے آیا ہے، فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق قیامت جب قریب ہوگی تو زنا اور بدکاری کا عمل عام ہو جائے گا۔ دبئی کی موجودہ حکومت قانون زنا کو عام کر کے قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی کا سبب بن رہی ہے۔ ہم ہندوستانی مسلمان شدت سے اس قانون کی مذمت کرتے ہیں، اس کی منسوخی اور واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ پروردگار دبئی کے حکمرانوں کو اپنے اس جرمِ قبیح سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہندوستان کی موقر تنظیمیں مسلم پرسنل لا بورڈ، ملی کونسل، جمعیۃ علمائے ہند، جماعت اسلامی، جماعت اہل حدیث اور دیگر جماعتوں سے امید کرتا ہوں کہ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر یہ جماعتیں بھی اپنے اپنے موقف کا اظہار کر کے اسلامی حمیت کا ثبوت دیں گی۔ *****

نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

نقد و نظر

مقالاتِ شیخ القرآن

تبصرہ نگار: مفتی توفیق احسن برکاتی

نام کتاب: مقالاتِ شیخ القرآن
مقالہ نگار: علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ
مرتب: مولانا کمال احمد علیمی
صفحات: 560
اشاعت: 1443ھ 2021ء
ناشر: مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر، جمدا شاہی، ضلع بستی

شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ کا شمار اُن باکمال علما و مشایخ میں ہوتا ہے جن کی درس گاہ فیض سے ایسے متبحر علما و محققین، اربابِ فتویٰ اور اساتذہ نے استفادہ کیا مملکت فکر و تدبر میں جن کا طوطی بولتا ہے اور جن کے علم و تحقیق کو اعتبار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، استاذ گرامی سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی، مفتی شمس الہدیٰ مصباحی اور مولانا مسعود احمد برکاتی دام ظلہم العالی کے واسطے سے شیخ القرآن راقم کے دادا استاذ ہیں۔ 15 نومبر 1935ء کو صوبہ اتر پردیش، ضلع گونڈہ کے ایک گاؤں ناوڈیہ، پوسٹ پیچپڑوا کے ایک دین دار، زراعت پیشہ اور معزز خاندان میں ان کی پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، گیارہ برس کی عمر میں مدرسہ انوار القرآن، تلشی پور، بلرام پور میں داخلہ لیا اور عربی فارسی تعلیم کا آغاز ہوا جہاں مدرسہ کے بانی سلطان المناظرین حضرت مولانا عتیق الرحمن نعیمی علیہ الرحمہ تن تنہا عربی فارسی کے تمام طلبہ کو پڑھاتے تھے، بعد میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنے شاگرد قاضی شریعت مولانا محمد شفیع اعظمی کو انوار القرآن بھیجا، پھر کچھ سالوں بعد بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی استاذ مقرر ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن نے بحر العلوم علیہ الرحمہ سے کافی استفادہ کیا اور بہت ساری کتابیں آپ سے پڑھیں اور ایک سعادت مند طالب علم کی حیثیت سے علم و آگہی کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوئے۔ درسی کتابوں کے ساتھ خارجی کتابوں کے مطالعے کا بھی شوق تھا جو مذہبی بھی ہوتی تھیں اور ادبی بھی، اردو ادبیات میں بطور خاص اقبال کی شاعری کا اکثر حصہ پڑھ ڈالا اور علم الاقتصاد اور سیاسیات کی بہت سی کتابیں نگاہ سے گزار لیں۔ ہمیشہ اساتذہ کے منظور نظر رہے اور ان کی خدمت اور احترام کو اپنی زندگی کا لازمہ جانا، اسی لیے ان کی دعائیں بھی ملیں اور فیوض علمیہ بھی آپ کے ذہن و فکر میں منتقل ہوئے۔ ایک محنتی طالب علم کو پڑھائی کے ساتھ استاذ کا احترام اور ان کی خدمت دونوں لازم ہے۔ اس مقام پر مولانا کمال احمد علیمی استاذ دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی نے انتہائی فکر انگیز جملہ تحریر فرمایا ہے:

”ہر کامیاب انسان کی زندگی کا مطالعہ کیجیے تو پتا چلتا ہے کہ اس کی کامیابی کے پیچھے جہاں بہت سارے اسباب کار فرما ہوتے ہیں وہیں اساتذہ کا کردار بھی ناقابل فراموش ہوتا ہے، زندگی کے ہر شعبے میں ایک رہنما اور استاذ کی ضرورت آج بھی مسلم ہے۔ شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی کامیاب علمی و تدریسی زندگی بھی ان کے اساتذۂ کرام کی عنایتوں کا ثمرہ تھی، والدین و اقارب کی دعاؤں کے ساتھ اساتذہ کی شفقتوں نے انھیں درس و تدریس کی دنیا کا بے تاج بادشاہ بنا دیا تھا اور معمولی سے گاؤں کے معمولی فرد کو ”شیخ القرآن“ کے معزز لقب سے مشہور کر دیا تھا۔“ (مقالاتِ شیخ القرآن، ص: 31، 32)

مدرسہ انوار القرآن میں آپ معین المدرسین بھی رہے اور تقریباً آٹھ سال تعلیم و تعلم میں گزارے اور مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے 1954ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور 1957ء تک اشرفیہ کے باکمال اساتذہ سے اکتسابِ علم کرتے رہے، قابل ذکر اساتذہ میں استاذ العلما حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، محقق دوراں علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، قاضی شریعت مولانا محمد شفیع اعظمی اور سلطان المناظرین مولانا عتیق الرحمٰن نعیمی علیہم الرحمہ کا نام آتا ہے۔ ان اساطین فن سے علم بھی حاصل کیا اور اچھی زندگی جینے کا شعور بھی پایا۔ استاذ جلیل حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی باکمال شخصیت اور مومنانہ جاہ و جلال کا ایسا اثر چڑھا کہ مدرسہ انوار العلوم تلشی پور میں ہی ان سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور اپنے نام کے ساتھ ”عزیزی“

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

نسبت کا فخریہ اضافہ کیا۔ اپنے والد گرامی محمد ابراہیم خاں مرحوم، برادران اور خاندان کے بہت سے لوگوں کو حضرت حافظ ملت سے مرید کرایا، ضلع گونڈہ میں آپ کے گاؤں کو سب سے پہلے حافظ ملت علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کی بے مثال تدریسی زندگی پچپن سالوں پر محیط ہے، اس طویل عرصے میں آپ کی درس گاہ فیض سے ہزاروں ارباب ذوق علم وادب کے آسمان پر کہکشاں کی مانند چھا گئے اور فروغ دین کے مختلف میدانوں میں بر سر عمل ہیں۔ دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم [مبارک پور]، دارالعلوم علیمیہ [جمداشاہی]، جامعہ اسلامیہ [روناہی]، تنویر الاسلام [امرڈوبھا]، فیض الرسول [براؤں شریف]، جامعہ حمیدیہ [بنارس]، مدرسہ فیض عام [شاہ جہاں پور]، دارالعلوم ربانیہ [باندہ] جیسی دانش گاہوں میں مسند تدریس بچھائی اور تشنگان علوم کو سیراب فرمایا۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ دارالعلوم علیمیہ کی نشاۃ ثانیہ ہے جس نے آپ کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت منفرد المثال تعلیمی، تربیتی، نصابی، ادبی، تحقیقی اور تعمیری ترقی پائی اور آج اس کا شمار ملک کے مشہور اداروں میں ہوتا ہے اور وہاں کے فارغین دنیا بھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

تعلیم وتدریس کے ساتھ شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے انتظامی امور اور نصاب سازی پر بھی دھیان دیا اور پرورش لوح وقلم کرتے رہے، گزشتہ لاک ڈاؤں میں جب راقم الحروف جامعہ اشرفیہ کی امام احمد رضا لائبریری اور انجمن اہل سنت اشرفی دارالمطالعہ میں محفوظ مختلف کتب ورسائل کی گرد صاف کر رہا تھا تو کئی رسالوں میں حضرت شیخ القرآن کے مضامین نگاہ سے گزرے جو اہم بھی تھے اور قابل مطالعہ بھی، دل میں خواہش ابھری کہ کاش کوئی باذوق ان علمی جواہر پاروں کو کتابی شکل میں جمع کر دیتا تو ایک علمی خزانہ محفوظ ہو جاتا۔ جب مجھے سوشل میڈیا کے ذریعہ اس بات کی اطلاع ملی کہ فاضل گرامی مولانا کمال احمد علیمی یہ گراں قدر کام شروع کر چکے ہیں تو بے پناہ خوشی ہوئی، اللہ عزوجل ان کی کوششیں قبول فرمائے، آمین۔

حضرت شیخ القرآن نے زیادہ تو نہیں لکھا لیکن جو بھی لکھا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، انھوں نے کتابی شکل میں دو علمی سرمایہ بطور یادگار چھوڑا، ایک تفسیر مدارک کی اردو شرح "معارف التنزیل" اور دوسری "مسائل سود"۔ سوانح نگار مولانا کمال احمد علیمی نے ان دونوں کتابوں کا سیر حاصل تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، اول الذکر کتاب راقم نے بھی دیکھی ہے لیکن دوسری کتاب کی زیارت نہیں ہو سکی ہے۔ "معارف التنزیل" 712 / صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت شیخ القرآن کے علم تفسیر سے کمال شغف کو بیان کرتی ہے، تفسیر مدارک برسوں آپ کے زیر تدریس رہی اور طلبہ میں اس کے نکات آفریں اسباق کا خوب چرچا رہتا تھا، آپ کے استاذ محترم بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کی خواہش پر آپ نے اس کی اردو شرح لکھی۔ مدارک پر کوئی عربی حاشیہ نہیں تھا اور استاذ گرامی صدر العلماء علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ ایک زمانے سے جامعہ اشرفیہ میں اس کتاب کا درس دیتے ہیں، علماے اشرفیہ کی خواہش پر حضرت صدر العلماء نے اس کا عربی حاشیہ رقم فرمایا جو مجلس برکات جامعہ اشرفیہ سے شائع ہوا ہے۔ یہ اردو شرح اور عربی حاشیہ تفسیر مدارک کی تفہیم میں کافی معاون مانے جاتے ہیں۔ "معارف التنزیل" کے حوالے سے شیخ القرآن کے شاگرد رشید سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ رقم طراز ہیں:

"معارف التنزیل" اردو زبان میں "مدارک التنزیل" کی پہلی شرح ہے جو علوم ومعاف کا خزینہ اور اردو ادب کا شاہ کار ہے۔"

یہ شرح زبان وبیان، اسلوب واظہار، کمال اختصار، تشریحی جودت اور الفاظ کی تحقیقی وضاحت کے اعتبار سے منفرد المثال ہے اور طلبہ واساتذہ ہر ایک کے لیے قابل استفادہ ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ بطور خاص پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، اس میں ایک جگہ انسانی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان کی سب سے بڑی فطری خامی یہ ہے بلکہ اس کے نفسیات کا اہم عنصر یہ ہے کہ اس کو اپنی لغزشیں اور خطائیں معمولی درجہ کی نظر آتی ہیں بلکہ بعض اوقات نظر ہی نہیں آتی ہیں۔ دوسروں کی خامیوں کو جس تیز نگاہی سے وہ دیکھتا ہے اور اس کو اپنی تنقید کا تختۂ مشق بناتا ہے وہ تنقیدی جائزہ اپنی ذات کے لیے نہیں کر پاتا ہے اور پہاڑ کے برابر اپنے سہو ونسیان کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ یہ عجیب وغریب انسان کی نفسیاتی کیفیت ہے جس سے عام طور پر بڑے بڑے اہل علم بھی بری نہیں کیے جا سکتے۔"

(معارف التنزیل، مقدمہ، المجمع العزیزی، روناہی، 2004ء، ص: 33)

اس پیرا گراف میں جس برجستگی اور وضاحت کے ساتھ

انسان کی ایک نفسانی کیفیت کا تحلیلی جائزہ لیا گیا ہے وہ قابل قدر بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔

دوسری کتاب "مسائل سود" ربا کی شرعی حیثیت کو بیان کرتی ہے اور چھ ابواب پر محیط ہے، جس میں مسائل ربا بھی ہیں اور ربا کی لغوی و شرعی تحقیق بھی ہے، قدیم و جدید مسائل ربا پر مشتمل یہ ایک اہم اور مفید کتاب ہے۔

افسوس میدان تدریس کا یہ باکمال شہ سوار اور علم و اخلاق کا یہ فرد فرید 14 شعبان المعظم 1432ھ مطابق 17 جولائی 2011ء کو اپنے مالک حقیقی سے جاملا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے استاذ گرامی بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جمدا شاہی بستی کی سرزمین اس کی آخری آرام گاہ بنی۔ آئیے اب ان کے یادگار علمی اور تحقیقی مضامین و مقالات کے اس مجموعہ پر کچھ باتیں کریں:

زیر نظر "مقالاتِ شیخ القرآن" میں مقدماتی تحریروں اور تفصیلی سوانح کے بعد تیس مضامین و مقالات، ایک یادگار مکالمہ، دو تحریری خطبے، مسائل سود کا مقدمہ اور ایک دعائیہ تحریر شامل ہے۔ فاضل مرتب مولانا کمال احمد علیمی نے بڑی باکمالی اور نفاست سے ان رشحات قلم کو مرتب کیا ہے، کتاب کا سوانحی حصہ اس سے قبل کتابی شکل میں بہتر [72] صفحات میں سالانہ فاتحہ کے موقع پر طبع کیا گیا تھا، ان مضامین کے ساتھ ان کی اشاعتِ ثانیہ ہو رہی ہے لیکن یہ سوانحی کتاب نہیں بلکہ اصلاً یہ مضامین کا مجموعہ ہے جس کی ابتدا میں سوانحی حصہ شامل ہے لیکن اس حقیقت کے برعکس پتہ نہیں کیوں محب گرامی مولانا کمال احمد علیمی نے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ اس سوانح کی دوبارہ اشاعت ہو رہی ہے اور اس میں شیخ القرآن کی گراں قدر تحریریں بھی شامل کر لی گئی ہیں۔ 560 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں سوانح 78/ صفحات میں ہے، اس لیے یہ کتاب اصلاً مقالات کا مجموعہ ہوئی، نہ کی سوانحی کتاب۔ مضامین کے عناوین یہ ہیں:

(1) قرآن حکیم کی حیرت انگیز تاثیر (2) مقدمہ شرح بخاری: ایک علمی شاہ کار (3) تشریح حدیث (4) انوار نبوت (5) امام احمد رضا اور تعزیہ داری (6) روزے کے فضائل و مسائل (7) مسئلہ کفاءت کی واضح تصویر (8) خواطر کے احکام (9) سپریم کورٹ کی مداخلت کے خطرناک نتائج (10) کسبِ حلال کے فضائل (11) جسمانی معراج کا ثبوت (12) اخوت اسلامی کا احترام (13) اے میرے بھائی (14) عالم خواب کی تفصیل (15) کیا بندوں کا حق خدائے تعالیٰ پر ہے؟ (16) شعارِ اسلام (17) حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی سلطنت کبریٰ (18) حضرت اشرفی میاں علمائے اسلام کی نظر میں (19) حضور مبلغ اسلام اور ان کے تبلیغی کارنامے (20) مرشد کامل کی عظیم شخصیت (21) آہ! حافظ ملت (22) حضرت صدر العلما کا علمی مقام (23) حضرت صوفی نظام الدین (24) قائد اہل سنت اپنے کردار وعمل کے آئینے میں (25) قائد اہل سنت ایک اسلامی مفکر (26) حسان الہند مفتی رجب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (27) حافظ ملت کے ایک نامور تلمیذ رشید (28) حافظ ملت کے ایک جاں نثار تلمیذ رشید (29) آہ! مولانا فاروق احمد صاحب (30) سفر نامہ حجاز۔

مذکورہ عناوین پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں علمی و تحقیقی اور فکری و سیاسی نوعیت کے مضامین بھی ہیں اور سوانحی و تاریخی، اخلاقی و ثقافتی بھی۔ تشریح حدیث والے مضمون میں قول رسول "واللہ ما أدری وأنا رسول اللہ ما یفعل بی۔" کی علمی و ایمانی توضیحات انتہائی قابل مطالعہ ہیں۔ یہ مضمون شاہ معین الدین ندوی کی خامہ تلاشی کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ حضرت شیخ القرآن نے اس حدیث پاک کے تمام متون کو جمع فرمایا، ان کا درست تشریحی ترجمہ لکھا ہے اور پھر شاہ معین الدین ندوی کے لفظی ترجمہ اور ان کی خاموشی کی قلعی کھولی ہے جس سے غلط فہمیوں کا در وا ہوتا تھا۔ ساتھ ہی شارحین حدیث کے اقوال کی روشنی میں اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔ یاد رکھیں! قرآن و حدیث کے ترجمہ کے نام پر جس قدر بے احتیاطیاں اور غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں ان پر بند لگانے کی ضرورت ہے، یہ تحریر اسی طرز کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

"انوار نبوت" کا تشریحی دائرہ انچاس صفحات میں پھیلا ہوا ہے، اس مضمون میں آٹھ احادیث نبویہ کی تفہیم کرائی گئی ہے جس میں اعتقادی مباحث بھی ہیں اور اصلاح احوال سے متعلق مسائل بھی، زبان و بیان میں انوکھی دل کشی اور روانی دیدنی ہے۔

"مسئلہ کفاءت کی واضح تصویر" ایک فکر انگیز مضمون ہے جس میں مقالہ نگار کا فقہی کمال بھی جلوہ فگن ہے اور احوالِ زمانہ کی شناسائی بھی عیاں ہے، جنوبی ہند کے ہریجن طبقہ کے کچھ لوگ حلقہ بہ گوش اسلام ہوئے تو ایک ہنگامہ مچ گیا اور اس وقت کی گودی میڈیا کو گویا ایک بڑا ایشو مل گیا، ہندوستانی میڈیا نے اس واقعہ کو.... (باقی ص:43 پر) ☆

خیابانِ حرم

منظومات

لب پر نعت پاک کا نغمہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
میرے نبی سے میرا رشتہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اور کسی جانب کیوں جائیں اور کسی کو کیوں دیکھیں
اپنا سب کچھ گنبد خضریٰ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں اُن کا چرچہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

فکر نہیں ہے ہم کو کچھ بھی دکھ کی دھوپ کڑی تو کیا
ہم پر اُن کے فضل کا سایہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے
اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

جن آنکھوں سے طیبہ دیکھا وہ آنکھیں بے تاب ہیں پھر
ان آنکھوں میں ایک تقاضا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

سب ہو آئے ان کے در سے جا نہ سکا تو ایک صبیح
یہ کہ اک تصویر تمنا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

سید صبیح الدین رحمانی

غزل

ایک جلوے کی ہوس وہ دم رحلت بھی نہیں
کچھ محبت نہیں ظالم تو مروت بھی نہیں

اس کے کوچے میں کہاں کشمکش بیم و رجا
خوف دوزخ بھی نہیں خواہش جنت بھی نہیں

چمن سینۂ پر داغ میں تیرا جلوہ
یار قابل ترے گل گشت کے جنت بھی نہیں

جو دیا تو نے وہ سب تیرے لیے کھو بیٹھی
ہاں اگر شکر نہیں ہے تو شکایت بھی نہیں

ذوق مستی کی مذمت نہ کر اتنی اے شیخ
کیا تجھے نشۂ ذوق مئے الفت بھی نہیں

عین معنی ہے وہ دل عاشق معنی جو ہوا
ہائے وہ لوگ جو دلدادۂ صورت بھی نہیں

بے نیازی بھی اٹھالوں میں ترے ناز کی طرح
کیا وہ طاقت نہ رہی مجھ میں تو ہمت بھی نہیں

ان کو کس منہ سے میں نظارگیٔ دوست کہوں
صورت آئنہ جن آنکھوں کو حیرت بھی نہیں

کس طرح کہئے کہ دیدار دکھایا اس نے
باغ جنت بھی نہیں روز قیامت بھی نہیں

اے تمنائے مے عیش یہ مے خانۂ دہر
جائے دور مے رنگینیٔ صحبت بھی نہیں

جذب کامل سے اسے کھینچ لو اے حضرت دل
کیسے درویش ہو کچھ تم میں کرامت بھی نہیں

ہوش رفتہ دم نظارہ یہ فریادی تھے
ہائے دیدار کی صورت دم رخصت بھی نہیں

کبھی آسیؔ سے ہم آغوش نہ دیکھا تجھ کو
اثر جذبۂ دل اہل محبت بھی نہیں

آسی غازی پوری

معروف نعت گو شاعر بقیۃ السلف تلمیذ شارح بخاری حضرت مولانا

مسلم شاھد عالم مظھری کا وصال پر ملال

[ولادت:1948 وفات:2021ء]

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

گرامی وقار، استاذ العلما حضرت مولانا مسلم شاہد عالم مظہری علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر ملال کی الم ناک خبر حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی دام ظلہ العالی نے دی، سن کر کلمات استرجاع دہرائے، درودِ پاک اور چند سورتیں تلاوت کر کے انھیں ایصال ثواب کیا، آپ بلند پایہ استاد و مربی تھے، آپ کی یادوں کو باقی رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ بارگاہِ مولا میں دعا ہے کہ اپنے فضل وکرم سے مغفرت فرمائے، سرکار ﷺ کی شفاعت ان کا مقدر بنے، پس ماندگان، خاص طور پر محترمہ حجن صاحبہ، محبِ گرامی مولانا مسجد رضا مصباحی، محمد رضا، حافظ اعظم رضا اور دختر نیک اختر نصرت فاطمہ وغیرہ کو صبرو شکر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ از: احقر **مبارک حسین مصباحی** غفی عنہ

یہ دنیا فانی اور ناپائیدار ہے جب کہ آخرت باقی اور دار قرار ہے، یہاں جو بھی آیا ہے اسے ایک وقت مقررہ پر موت کو گلے لگا کر اسے الوداع کہنا ہے، خالق کائنات کا کھلا اعلان ہے: ”کل نفس ذائقة الموت“یعنی ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اس دنیا کو چھوڑ کر آخرت کا سفر کرنے والے مختلف ہوتے ہیں کچھ تو لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے جانے کا غم کسی کسی کو ہوتا ہے، کچھ لوگوں کے فوت ہونے کا غم پورے خاندان والوں کو ہوتا ہے، کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جانے سے پورا معاشرہ یا پورا صوبہ سوگوار ہو جاتا ہے اور اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے انتقال پر پورا عالم غم زدہ ہوتا ہے۔ یہ وہ بندگان خدا ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کا وارث، بندگان خدا کا قائد بنایا، قوم کی امامت و قیادت کی زمام ان کے ہاتھوں میں سونپی اور یہ مقدس جماعت علمائے اہل سنت کی ہے، شارع اسلام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں موت العالِم موت العالَم یعنی ایک عالم دین کی موت دنیا کی موت ہے۔

20 نومبر 2021ء بروز سنیچر مطابق 14 ربیع الغوث 1443ھ دوپہر 2 بج کر 15 منٹ، میرے لیے وہ غم ناک لمحہ اور اندوہ ناک تاریخ ہے جسے رسمی جملوں میں بیان کرنا ممکن نہیں، کیوں کہ اسی تاریخ کو ہم سے وہ عظیم کرم فرما و مربی رخصت ہو گئے جن کے سایہ تلے شفقت پدری کی محرومی کا احساس نہیں ہوتا تھا، جن کی توجہات وہدایات نے ہمیں بہت کچھ عنایت فرمایا، میری مراد ہمارے اکلوتے پھوپھا بقیۃ السلف عمدۃ الخلف تلمیذ شارح بخاری حضرت مولانا مسلم شاہد مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جو اب ہمارے درمیان نہ رہے۔

آپ اپنے وقت کے ایک جید و قابل عالم دین، نامور و نکتہ داں واعظ، ماہر و کہنہ مشق مدرس، علم نحو و صرف پر گہری نظر رکھنے والے عالم اور علاقہ سیمانچل کے مسلم الثبوت غیر متنازع شخص تھے، یقیناً آپ کا وصال پر ملال علاقہ سیمانچل کے مسلمانان اہل سنت کے لیے ناقابل تلافی نقصان اور عظیم خسارہ ہے۔ ذیل میں آپ کے حوالے سے کچھ یادیں پیش کی جاتی ہیں۔

ولادت وتعلیم وتربیت:

کاغذی دستاویز کے مطابق آپ کی پیدائش 1948ء میں ”ملہنا“ ضلع پورنیہ میں ہوئی۔ ابتدائی اردو اور فارسی کی تعلیم سب سے پہلے مدرسہ اشرفیہ جامع العلوم چندر گاؤں علاقہ بائسی کے مکتب میں ہوئی، پھر دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی پورنیہ میں، اس کے بعد دار العلوم مصطفائیہ چمنی بازار گئے جہاں ابتدائی عربی کتابیں شروع کیں اور علمی شوق پورا کرتے رہے، مزید علمی تشنگی بجھانے اور اعلیٰ تعلیم

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ کلیان Email:azhar.misbahi1@gmail.com

کے حصول کے لیے مرکز اہل سنت بریلی شریف کا رخ کیا اور دار العلوم مظہر اسلام میں داخلہ لیا یہ وہ دور تھا جب دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں امام علم و فن اور حضور شارح بخاری علیہا الرحمہ کی تدریس و تربیت کا سکہ کھنکھنا رہا تھا، جس کی کھنکھناہٹ پورے ملک میں محسوس ہو رہی تھی، آپ نے بھی اسے محسوس کیا اور ان کی بارگاہوں میں زانوے ادب تہ کرنے ان کی خدمات عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان نفوس قدسیہ کے علمی فیضان سے مالامال ہوئے۔

اساتذۂ کرام:

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں تقریباً پانچ سال رہ کر مندرجہ ذیل شریعت و طریقت کے جامع اور معقولات و منقولات میں کامل دسترس رکھنے والی عظیم شخصیات سے علوم وفنون حاصل کیے۔

صدر العلما علامہ تحسین رضا محدث بریلوی، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، علامہ الحاج مبین الدین امروہوی، محدث ثناء اللہ مئوی، امام علم و فن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، امام النحو مولانا مفتی بلال احمد بنگوی، مولانا مجیب الاسلام ادروی، مولانا مقبول حسین سنگھیا، مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی، شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی اور مفتی محمد اعظم سے اکتساب علم کرتے رہے۔

دستار فضیلت:

1966ء میں درجات عالیہ کی تکمیل کی فضیلت کی دستار لے کر وطن واپس ہوئے۔ اور تدریس و تبلیغ اور تقریر سے وابستہ ہو گئے۔

تدریسی خدمات:

آپ نے تدریس، تبلیغ اور امامت کی طرف رخ کیا اور تقریبا چار دہائیوں تک درس و تدریس اور امامت و خطابت سے وابستہ رہ کر دین و سنیت کی تبلیغ واشاعت فرماتے رہے ذیل میں کچھ تفصیل ملاحظہ کریں۔

(1) دار العلوم معین الاسلام تھام بھڑوچ گجرات دو سال (2) دار العلوم علوی الحسینی نبی پور گجرات پانچ سال (3) دار العلوم ناصر الاسلام میرج مہاراشٹرا پانچ سال (4) دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہ بائسی دو سال (5) دار العلوم امان الاسلام جنتا ہاٹ بائسی تین سال (6) امامت میرج مہاراشٹر، تین سال (7) امامت اسلام پور بنگال، ایک سال (8) امامت: جامع مسجد کشن گنج، ایک سال (9) امامت: بناگوڑی بنگال، ایک سال (10) مدرسہ اشرفیہ جامع العلوم چندر گاؤں علاقہ بائسی (ایک سال)۔

آپ نے اس طویل زمانۂ تدریس میں شاگردوں کی ایک بھاری ٹیم تیار کی جو ملک کے طول و عرض میں پھیل کر دین و سنیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کوشاں ہیں، بعض منصب صدارت پر فائز ہیں، بعض امامت و خطابت سے منسلک ہیں اور بعض فقہ و فتاویٰ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

رفقاے درس:

مجمع البحرین مفتی عبید الرحمٰن رشیدی صاحب سجادہ خانقاہ رشیدیہ جون پور شریف، مولانا جلال الدین فقیر ٹولی، مولانا محمود عالم رشیدی ہری پوری حال مقال ممبئی وغیرہ جیسی علمی شخصیات آپ کے رفیق درس ہیں۔ مجمع البحرین دام ظلہ کی نشست میں جب کبھی بیٹھتا ہوں تو پھوپھا کا ذکر ضرور کرتے ہیں اور پڑھنے کے دوران جو علمی بحثیں چلتی تھیں اس کا بھی ذکر کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے کہ علم صرف سے ان کو خاص لگاؤ تھا اس لیے صرفی مباحث کی اولیات اور نوادرات وہ خوب ڈھونڈ کر لاتے تھے جو عام طلبہ کے لیے لاجواب ہوتا۔

تلامذہ:

مفتی شہروز عالم اکرمی رضوی، مولانا نور عالم مصباحی، مولانا سعید الرحمٰن قادری، مولانا غلام غوث، مولانا تبریز رضا افقر، مولانا عمار رضا قادری، مولانا انصر رضا امجدی، مولانا توصیف رضا، مولانا کاشف رضا مصباحی فقیر راقم السطور محمد مبشر رضا ازہر اور ان کے سعادت مند فرزند مولانا مسجد رضا مصباحی، حافظ محمد اعظم رضا۔ ان کے علاوہ کثیر شاگرد ہیں کچھ تو طوالت کے خوف سے اور کچھ بوجہ لاعلمی کے لکھنے سے رہ گئے۔

اوصاف وکمالات:

آپ درس نظامی کے مروجہ علوم سے کافی شغف رکھتے تھے، نفیس طبیعت اور پاکیزہ مزاج کے مالک، بزرگوں کی بارگاہ کے مؤدب اور چھوٹوں پر بڑے شفیق تھے، آپ کی پوری زندگی شریعت و طریقت اور خوش اخلاقی اور خوش گفتاری سے عبارت تھی، آپ تمام خصائل رذیلہ جیسے بغض و حسد، کبر و نخوت اور خود پسندی و خود ستائی سے یکسر دور و نفور تھے۔ دین و سنیت کی تبلیغ و اشاعت ہی آپ کا مطمح نظر تھا اسی لیے ہمیشہ مشربی اختلافات سے بالاتر ہو کر سنیت کی بقا و دوام کے لیے کوشاں رہے، آپ کو نحو و صرف میں ملکہ نفسانیہ کی حد تک کمال تھا۔ جس کا آپ کے معاصرین واقران علما و فضلا کھلے دل سے معترف ہیں۔

سرکار مفتی اعظم ہند سے روابط و تعلقات:

1962ء میں سرزمین جنتاہاٹ بائسی ضلع پورنیہ ریاست بہار میں امام علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی اور خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند قبلۂ علماء علامہ و مولانا عبد العزیز رضوی علیہما الرحمہ کی مشترکہ جدو جہد سے ایک عظیم الشان سہ روزہ کانفرنس کے پر بہار موقع پر پہلی بار تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی آمد ہوئی، اس علاقے کا یہ ایک تاریخی اجلاس تھا، جس میں دور دراز علاقوں سے عوام اہل سنت امڈتے ہوئے سیلاب کی طرف جلسے میں شریک ہوئے اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ کی آمد سے پورے علاقے میں ایک الگ چہل پہل اور رونق پیدا ہوگئی، سنیت کی کھیتی سرسبز و شاداب ہوگئی، اسی تاریخی اجلاس میں ہمارے پھوپھا حضرت مولانا مسلم شاہد رضوی علیہ الرحمہ نے بھی حضرت کی پہلی بار زیارت کا شرف حاصل کیا آپ کے علم و فضل، زہد و ورع اور اخلاق و کردار سے بے حد متاثر ہوئے، آپ کو حضور مفتی اعظم ہند سے اتنی عقیدت پیدا ہوگئی کہ آپ ان کی زلف کے اسیر ہوگے اور پھر آپ حضور مفتی اعظم ہند کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لے گئے جہاں علم و فضل کے کہ ہمالہ جیسی علمی شخصیات کی درسگاہ سے علمی تشنگی بجھاتے اور حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضر ہوکر روحانی فیوض و برکات سے مالامال ہوتے، آپ سرکار مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں اس کثرت سے تشریف لے جاتے کہ آپ کو اپنی نگاہ میں منتخب فرمالیا اور پھر کیا تھا آپ حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت و ارادات سے مشرف ہوئے اور پھر دونوں جانب سے یہ سلسلہ دن بدن ترقی کرتا رہا، شناسائی بڑھتی رہتی رہی حتی کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بارہا آپ کی خیریت اور حال حقیقت کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اسی کا صدقہ ہے کہ آج بھی پورے گھر میں امام عشق و محبت امام احمد رضا اور خانودہ رضویہ کی محبتوں کے چراغ روشن ہیں۔ بچہ بچہ کی زبان میں مسلک اعلی حضرت کا نعرہ عام ہے۔ علاقے میں آپ کا گھر بہت معروف ہے کیوں کہ عرس رضوی کے موقع پر باہر سے آنے والے مہمانوں کی ضیافت کا اہتمام آپ ہی کے گھر ہوتا ہے اور لنگر بھی وہیں بنتا ہے اور وہیں سے تقسیم بھی ہوتا ہے اور بڑے خندہ پیشانی اور محبت سے گھروں کو کھول دیتے ہیں، خانودۂ رضویہ سے اسی قلبی وابستگی کا ثمرہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ بھی گل گلزار رضویت حضرت مولانا توصیف رضا خان دام ظلہ نے پڑھائی۔

تلمیذ شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند کی نظر میں:

میں (محمد مبشر رضا) درجہ ثالثہ میں جامعہ امجدیہ گھوسی میں زیر تعلیم تھا اور شارح بخاری سیمینار (منعقدہ اشرفیہ مبارک پور) میں شرکت کے لیے مواد کی فراہمی کی غرض سے حضرت شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فر مایا: کہاں گھر ہے؟ میں نے کہا پورنیہ، پھر فرمایا: پورنیہ میں کہاں؟ عرض کیا: بائسی پھر فرمایا ارے میاں گاؤں کا نام تو بتاؤ، میں نے کہا جنتاہاٹ آسجہ موبیہ فوراً فرمایا کس کے لڑکے ہو؟ میں نے کہا: مولانا نذیر احمد کے، اچھا تم نذیر کے لڑکے ہو۔ ان کے ساتھ ایک لڑکا مسلم بھی تھا اور مجھ سے بہت قریب بھی تھا میں نے کہا ہاں وہ میرے پھوپھا ہیں اور ان کا بھی لڑکا امجدیہ میں زیر تعلیم ہے، فرمایا ان کو بلاکر لانا جب ملاقات ہوئی بے پناہ شفقتوں سے نوازا۔ اور اس کے بعد گھر کے ایک فرد کی طرح ہوگئے۔ اس کے بعد سے حضرت شارح بخاری ہم دونوں سے بے پناہ محبت فرماتے پھر عزیز العلما مولانا عبد العزیز رضوی علیہ الرحمہ کا خوب تذکرہ کرتے کہ مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی اور مولانا عبد العزیز رضوی ہی نے نائب مفتی اعظم ہند کا لقب مجھے پہلی بار لکھا تھا اور 1962ء کے جلسہ میں اعلان ہوا تو اسی وقت سے لوگ نائب مفتی اعظم ہند لکھنے لگے۔

1998ء میں جب ہم لوگ (فقیر راقم السطور اور مولانا عسجد رضا) جامعہ اشرفیہ مبارک پور داخلہ لیے تو مولانا عسجد رضا نعت خواں کی حیثیت سے اسی سال بلرام پور کے کسی جلسہ میں گئے اس وقت تک حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ملاقات نہیں ہوپائی تھی، جلسہ میں محمد عسجد رضا متعلم جامعہ اشرفیہ کے نام سے جب اعلان ہوا تو غور سے دیکھنے لگے، نعت پڑھنے کے بعد قریب بلائے اور فرمایا: اشرفیہ میں داخلہ کب ہوا؟ عرض کیا: اِسی سال، محبت میں فرمایا: میری اجازت کے بغیر کس نے تمھارا داخلہ لیا۔ پھر فرمایا: اور کون ہے تو انھوں نے کہا: مبشر رضا میرے ماموزاد بھائی، فرمایا دونوں اشرفیہ میں ملاقات کرنا، جب جلسہ سے واپس آئے تو ہم دونوں حاضر ہوئے۔ پیار و محبت کی بھری ڈانٹ لگائی۔ اخیر میں فرمایا: تم دونوں روزانہ ملاقات کرو، مجھ سے فرمایا تم شام کو عصر میں آکر چائے پلانا۔ اور مولانا عسجد رضا سے فرمایا تم فجر بعد آکر چائے پلانا پھر حضرت کی

خدمت میں آنے جانے کا معمول بن گیا۔ جب بھی حاضر ہوتے، پھوپھا کا کچھ نہ کچھ ذکر کرتے، اور فرماتے تمہارے والد ہی پورنیہ (دار العلوم مصطفائیہ چمنی بازار) میں حقہ تیار کر کے لاتے تھے۔

زیارت حرمین:

حج بندہ مومن کے دنیاوی مقاصد میں اہم ترین مقصد اور زندگی کی معراج ہے، جس کی ہر مومن کو تمنا و آرزو ہوتی ہے، ہمارے پھوپھا کو بھی حج کی سعادتوں سے بہرہ آور ہونے کی بڑی خواہش تھی، بندہ جب مخلص ہوتا ہے تو پروردگار عالم اس کے لیے سارے مشکلات آسان فرما دیتا ہے، روشن مستقبل کی مسدود راہیں کھول دیتا ہے، ہمارے پھوپھا بڑے مخلص، دین پرور اور رضائے مولیٰ کے سچے طالب تھے، جس کا صلہ دنیا ہی میں آپ پا چکے اور بحمدہ تعالیٰ 2016ء کو ہمارے پھوپھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہماری پھوپھی کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین (زادھما اللہ عزاو شرفا) کی سعادت ابدی حاصل کی اور حج کی سعادت و زیارت سے مشرف ہوئے۔

عائلی زندگی:

آپ کا عقد مسنون میری پھوپھی سے ہوا، میری پھوپھی باپ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں اس پر مستزاد آپ کا آبائی گاؤں (ملہنا) دو بہتی ندی کے آغوش میں تھا اور آپ شروع ہی سے نفیس ماحول کے عادی تھے، اس لیے وہاں کا ماحول آپ کے لیے ساز گار ثابت نہ ہوا جس کے باعث وہاں سے منتقل ہو کر جنتا ہاٹ میں مع اہل و عیال مقیم ہو گئے۔ ابھی چند برسوں سے درس و تدریس اور امامت و خطابت سے سبک دوش ہو کر اپنے گھر پر ہی مقیم تھے۔ اور قرب و جوار کے دینی و مذہبی تقاریب میں شریک و سہیم رہے۔

پسماندگان:

محترمہ پھوپھی صاحبہ کے علاوہ تین فرزند ہیں مولانا عسجد رضا مصباحی، محمد رضا، حافظ اعظم رضا اور ایک لڑکی نصرت فاطمہ جن کی شادی مولانا حسن رضا ملک پور دالکولہ سے ہوئی۔ مولانا عسجد رضا اور محمد رضا دونوں رشتہ ازدواج سے منسلک ہو چکے ہیں اور اعظم رضا غیر شادی شدہ ہیں جن کی شادی کی ذمہ داری مولانا عسجد رضا کے سر ہے اور بحمدہ تعالیٰ بڑی خوش اسلوبی سے وہ انجام بھی دیں گے۔ (ان شاء اللہ)

انتقال پر ملال کا دن:

موت سے ایک روز پہلے انہوں نے کیوں کہا تھا "بینک اکاؤنٹ میں جو رقم ہے بچوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں"

موت کا یقین بھی کیسے ہو گا کیوں کہ صبح ہوئی حسب معمول اپنے کاموں میں مصروف رہے۔ دو پہر تک احباب سے گفتگو کرتے رہے۔ ایک بجے خود مونچھ بنائے، ناخن کاٹے۔ پھر غسل کے لیے غسل خانہ گئے۔ مولانا عسجد رضا کی اہلیہ سے کہا: گیزر چلا دو، گیزر چلا، پانی گرم ہوا، غسل کرنے لگے، اسی دوران مولانا عسجد رضا گھر آئے، کہا امی جان مجھے غسل کرنا ہے، امی نے کہا: بیٹا تمہارے ابو ابھی غسل کر رہے ہیں کچھ دیر رک جاؤ، پندرہ منٹ بعد مولانا عسجد رضا نے کہا: امی، ابا غسل کر لیا؟ خلاف معمول وقت زیادہ لگ جانے کی وجہ سے امی نے کہا: لگتا ہے تمہارے ابو آج پورے سال کا غسل کر رہے ہیں کیا؟ ابھی تک ان کا غسل نہیں ہوا ہے۔

بہو (مولانا عسجد رضا کی اہلیہ) غسل خانہ کے قریب جا کر غسل خانہ کا جائزہ لیا، غسل خانہ میں پانی کی کوئی آہٹ سنائی نہیں دی، تو ہلکی آواز میں دروازہ کھٹکھٹائی، پھر بھی کچھ آواز نہیں آئی، ادھر سے مولانا عسجد رضا کو آواز دی۔

وہ دوڑ کر آئے، آواز دی، ابا، ابا، ابا، ابا، مگر ابا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو۔ مولانا عسجد رضا کے ذہن میں آیا، ہو سکتا ہے ابا کو چکر وغیرہ آ گیا ہو۔ دروازہ بند تھا، پترہ کمزور تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ ہاتھ سے توڑا جائے۔ مگر ابو کی محبت نے ہاتھ ہی سے توڑنے پر مجبور کر دیا، ہاتھ زخم آلود ضرور ہوا مگر دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اندر گھسے، دیکھا تو ابا سجدہ ریز ہیں، غسل کر چکے ہیں، اتاری ہوئی لنگی، خود دھو کر کنارے کر چکے ہیں، دوسری لنگی پہن چکے ہیں۔ اپنے کندھوں سے ابو کو باہر لائے مگر اسے کیا پتہ تھا کہ یہ جسم بے روح ہے، روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ بہر حال کچھ دیر بعد یقین ہو گیا کہ

ایک سایہ تھا جو ڈھل چکا، ایک طوفان حیات تھا جو خموشی سے ٹھہر گیا، ایک سمندر تھا جو خشک ہو گیا، ایک سورج تھا جو غروب ہو چکا۔ اب سامنے ویران صحرا میں تیز دھوپ ہے، شجر نہیں، مگر اپنے غموں کا بوجھ ہلکا کرنا کچھ اس لیے آسان تھا کہ ماں کا سایہ قائم ہے اور دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ جب بھی سامنے سے گزر تا دور سے پکارتے بیٹا کہاں جا رہے ہو؟ یہاں آؤ، میں سمجھتا شاید کوئی کام ہے مگر نہیں بس ایک محبت ایک پکار اور کشش تھی بس گفتگو کے بہانہ سے

چائے پر اصرار کرتے۔

ممدوح گرامی میرے دیرینہ مشفق و کرم فرما تھے، اپنی توجہات سے اکثر نوازتے رہتے تھے، افسوس صد افسوس میں آج اپنے عظیم محسن سے محروم ہو گیا، اس پر مستزاد یہ کہ اپنے وطن سے کافی دور رہنے کے سبب آپ کے جنازہ میں شرکت سے محروم ہوں اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے، اس مشکل گھڑی میں یہ فقیر اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اور جملہ اہل خانہ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔

ملک و بیرون سے تعزیتی کلمات کا سلسلہ جاری ہے تعزیت پیش کرنے والے چند علمائے کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

○ مجمع البحرین مفتی محمد عبید الرحمٰن رشیدی صاحب سجادہ خانقاہِ رشیدیہ جونپور شریف یوپی ○ فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن مضطر ○ مقبول العلما حضرت علامہ خواجہ مقبول حسین سنگھیاں ○ خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی قاضی فضلِ احمد مصباحی پرنسپل جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس ○ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مفتی مختار عالم ناظم اعلی مدرسہ سلیمیہ کلکتہ ○ خلیفہ اشرف الفقہا مولانا غلام مصطفیٰ رضوی بانی و ناظم اعلیٰ دار العلوم انوار رضا نوساری سورت ○ خلیفۂ تاج الشریعہ ادیب شہیر مولانا مبارک حسین مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارک پور ○ خلیفۂ تاج الشریعہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی ○ خلیفۂ تاج الشریعہ مولانا غلام ناصر مصباحی اندھیری ممبئی ○ ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی کلکتہ ○ مفتی زبیر احمد صدیقی مہتمم عربیہ کالج پورنیہ ○ مولانا سید منظر الاسلام ازہری امریکہ ○ مولانا اسرار عالم ازہری ویسٹ انڈیز ○ شیخ طریقت سید معین الدین راج محل ○ مولانا سید احمد کبیر خانقاہ عظمتیہ باز بیریا پورنیہ ○ مفتی شہروز عالم اکرمی کلکتہ ○ مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی ○ مفتی شاکر رضا قادری شیخ الحدیث و صد المدرسین جامعۃ فاطمۃ الزہرا سورت ○ مفتی فضیل یسینی رشیدی مصباحی چمنی بازار پورنیہ ○ مولانا صبغۃ اللہ رشیدی مصباحی پرنسپل دار العلوم مصطفائیہ چمنی بازار پورنیہ ○ مولانا کاظم رضا مہتمم تنظیم المسلمین بائسی ○ مولانا خواجہ آصف رضا مصباحی سنگھیاں ○ مولانا خواجہ مسعود رضا کلکتہ ○ مولانا مسعود رضا قادری کلیان ○ مولانا احمد رضا احمد کلیان ○ مفتی صابر رضا مصباحی ڈگروا پورنیہ ○ مفتی مشتاق احمد امجدی اویسی ناسک ○ مولانا کاشف رضا مصباحی ○ مولانا عمار رضا ○ مولانا توصیف رضا ○ مولانا مفتی اقدس رضا قادری ○ مفتی ریاض القادری امجدی بھاٹول ○ مفتی ریاض القادری امجدی بنارس ○ مولانا غلام غوث اجملی ○ مفتی صابر رضا محب القادری پٹنہ ○ مولانا تنویر ارشد رشیدی ○ حافظ ہارون عالم اڑیسہ ○ مولانا ریحان رضا نظامی مرکزی ○ مولانا نیاز احمد مصباحی ہجلہ بائسی ○ مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی خانقاہِ لطیفیہ رحمٰن پور کٹیہار ○ مولانا قاضی خطیب عالم مصباحی لکھنؤ ○ مفتی نذر الباری اشرفی جامعی جامع اشرف کچھوچھہ شریف ○ مولانا ماہ زماں مصباحی جامعہ حضرت بلال بنگلور ○ مولانا ابرار رضا مصباحی رشیدی شاہ عبد العلیم فاؤنڈیشن دہلی ○ مفتی افتخار احمد مصباحی شیخ الحدیث دار العلوم شاہ عالم احمد آباد ○ مفتی احمد رضا صدر المدرسین جامعہ معین العلوم سرکار کلاں احمد آباد ○ مفتی ارشاد احمد ساحل مصباحی سہسرام ○ مفتی اختر علی واجد القادری میرا روڈ، ممبئی ○ مفتی غلام آسی مونس پورنوی لکھنو ○ مولانا غلام صابر نوری بانی و مہتمم جامعہ فیضان اعلیٰ حضرت نوری نگر بانسباڑی بائسی ○ مولانا اکمل رضا گھاٹ کوپر ممبئی ○ مولانا شبیر عالم رضوی بہتا ○ مفتی شمشیر علی مصباحی ○ مفتی کمال الدین اشرفی مصباحی ادارۂ شرعیہ رائے بریلی ○ مفتی کونین نوری مصباحی کوٹہ راجستھان ○ مولانا انور عالم رشیدی سیملباڑی ○ مولانا انوار عالم اویسی مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم موبیہ وغیرہم۔

نماز جنازہ:

21/ نومبر بروز اتوار مطابق 15/ ربیع الغوث 1443ھ دو بجے دن گل گلزار رضویت مولانا توصیف رضا خان قادری خانقاہ عالیہ قادریہ بریلی شریف نے پڑھائی۔ ملک کے معروف عالم دین مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی سمیت تین ہزار سے زائد لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور مقامی قبرستان آسجہ موبیہ میں تدفین عمل میں آئی۔

فاتحۂ چہلم:

ان کے شہزادگان برادر گرامی مولانا عسجد رضا مصباحی، محمد رضا اور حافظ اعظم رضا نے چہلم کی تاریخ کا اعلان 26 دسمبر 2021ء مطابق 21 جمادی الاول 1443ھ بروز اتوار صبح 8 بجے تا دوپہر دو بجے کیا ہے، احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی پنجتن پاک اور غوث پاک کے طفیل میرے پھوپھا مولانا مسلم شاہد عالم علیہ الرحمۃ کی بے حساب مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

☆☆☆

صدائے بازگشت

نام اور کام سے انسیت

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی علامہ مبارک حسین مصباحی زید مجدہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید واثق ہے کہ خیریت سے ہوں گے، اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہا کریں، مجھے آپ کے نام اور کام سے ایک عجیب قسم کی انسیت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کو ہمیشہ شاد وآباد اور بامراد رکھے آمین ثم آمین۔ فقیر کی طبیعت ان دنوں کچھ ناساز چلی آرہی ہے آپ جیسے محبین و مخلصین کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

کچھ عرصہ سے "اشرفیہ" فردوس نظر نہیں ہورہا، امید ہے کہ اس میں فقیر کی تحریرات چھپ رہی ہوں گی۔ ناچیز ہیچ مدان کی جانب سے حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نیاز مندانہ سلام پیش فرمادیں اور فاتحہ بھی پیش فرمادیں، تمام احباب کی خدمت میں بھی نیاز مندانہ صابر پہنچادیں۔ والسلام مع الاکرام

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

میں کہاں رکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے

کرم فرما مشفقِ گرامی وقار، فخرِ جماعت، نازشِ صحافت مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی دام ظلہ، مدیر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

میرے قلمی مشق و مطالعے کا وفادار دوست "اشرفیہ" 2018 سے لے کر تاحال ہم دست ہونے سے رہا۔ میں نے گمان کیا کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے ہر بڑی چھوٹی چیز جس طرح ٹھپ اور متاثر ہوئی شاید اسی طرح مادر علمی ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ کا علمی و فکری ترجمان "اشرفیہ" بھی بگڑے ایام و متغیّر حالات کا شکار ہوا۔ مگر محب عالی وقار حضرت مولانا عبد الصمد نظامی مصباحی سابق نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ کے اس ایک ٹیلی فونک ہم کلامی سے اس گمان کے سارے تار و پود یکلخت بکھر گئے کہ جب انھوں نے فرمایا کہ مجلہ بدستور سابق جاری و ساری ہے اور وقت و زمانہ کے کسی بھی نشیب و فراز نے اس کا ایک بال تک بیکا نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر میں نے الحمد للہ حمدا کثیرا کہا۔ ابھی ابھی آپ سے شرفِ گفتگو کے ذریعہ بھی اس امرِ حقیقت نے ذہن و دل کے بند دروازوں کو کھول دیا۔ روز اول سے میرا عقیدہ ہے کہ حضور حافظِ ملت کے فیوض و برکات جامعہ اشرفیہ کے ہر شعبے پر جس طرح ابرِ نیساں کی طرح کل برستے تھے آج بھی برستے ہیں اور مستقبل میں بھی برستے رہیں گے، خواہ حالات کیسے بھی ہوں، دور کیسا بھی ہو۔

میں کہاں رکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے
مجھ کو جانا ہے بہت اونچا حدِ پرواز سے

3، 4 جنوری 2022ء مطابق 30 جمادی الاولیٰ و یکم جمادی الآخرہ 1443ھ بروز پیر و منگل معاصر اور مخلص رفیق کار سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی (1272ھ/1340ھ) یعنی قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی برہانی قدس سرہ کا عرس سراپا قدس منعقد ہونے جا رہا ہے، اسی مناسبت سے یہ تحریر جو ان کی حیات و خدمات اور احوال و آثار پر مشتمل ہے، حاضرِ خدمت کر رہا ہوں۔ شاملِ اشاعت فرما کر ممنون اور شکر گزار فرمائیں۔

خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی

خانقاہ لطیفیہ رحمان پور، بارسوئی، کٹیہار، بہار

زبان وبیان میں اپنی مثال آپ ہے

مکرمی! ماہ نامہ اشرفیہ ہم مسلسل دیکھ رہے ہیں ترتیب اور زبان و بیان میں اپنی مثال آپ ہے، آپ کی ادارتی تحریر تو بلاغت کا نمونہ ہوتی ہے، چند ماہ سے آپ نے مسلسل جو کالم شروع کیے ہیں، یہ مختصر کالم مفید اور قابلِ اعتماد ہیں۔ تحریروں میں حوالوں کا پیش کرنا بھی مضامین کو مستند بناتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فکر و دانش میں وسعتیں عطا فرمائے۔

از: ظفر احمد، ممبئی

خیر وخبر

نعتیہ مجموعہ "کیا کیا کہوں تجھے" کی رسمِ رونمائی

الحاج محمد یونس انصاری سیاسی بصیرت رکھتے تھے اور نعت گو شاعر بھی تھے

ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش کے صنعتی قصبہ مبارک پور کے سابق چیئرمین اور ممتاز نعت گو شاعر الحاج محمد یونس انصاری مرحوم کا نعتیہ مجموعہ "کیا کیا کہوں تجھے" کی رسم اجرا کی ایک نورانی تقریب محلہ کٹرہ واقع ان کی رہائش گاہ کے وسیع و عریض صحن میں منعقد ہوئی جس میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ اور مبارک پور کے علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی نمائندہ اشخاص شریک رہے، عوام کا بھی اچھا خاصا مجمع تھا، مذکورہ مجموعہ قصبہ مبارک پور کے معروف و ممتاز نوجوان نعت گو شاعر، مختلف کتابوں کے مصنف و مرتب الحاج مہتاب پیامی نے مرتب کیا ہے اور شاعرِ نعت کے برادران گرامی بالخصوص الحاج محمد مظہر انصاری جنرل سکریٹری انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ، چیرپرسن نمائندہ الحاج عبدالمجید انصاری، الحاج محمد مونس انصاری نے شائع کیا، 21 نومبر 2021ء بعد نماز عشا تقریباً نو بجے اس بزم ادب کا آغاز حافظ محمد زاہد اختر مصباحی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا، اس اجلاس کی صدارت سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ نے فرمائی، شکیل مبارک پوری اور تنویر احمد تنویر مبارک پوری نے نعتیہ اور تعارفی کلام پیش کیا، رسم اجرا سے قبل ماہنامہ اشرفیہ کے چیف ایڈیٹر مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے الحاج محمد یونس انصاری کی حیات و خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے اپنے خطاب میں فرمایا کہ الحاج محمد یونس انصاری سابق چیرمین نگر پالیکا پریشد مبارک بڑی اہم خوبیوں کے مالک تھے، ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ عالم نہ تھے اور نہ شیخ طریقت، مگر اس سچائی کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے غربت کے زمانہ سے لے کر دولت مندی کے زمانہ تک دین و سنیت کے فروغ کے لیے بڑی قربانیاں پیش فرمائیں، وہ سیاسی قائد اور خدمت خلق کے خوگر ہونے کے ساتھ نعت گوئی اور عشق رسول ﷺ میں اپنی منفرد شان رکھتے تھے، وہ مدارس و مساجد کے مختلف عہدوں پر فائز رہے اور ان کے فروغ و ارتقا کے لیے مخلصانہ خدمات انجام دیں۔ الحاج محمد یونس انصاری 1951 میں صنعتی قصبہ مبارک پور کے محلہ کٹرہ میں پیدا ہوئے، آپ نے ایک غریب مگر دین دار خاندان میں پرورش پائی، آپ اور آپ کے اہل خانہ کا بنارسی ساڑیاں تیار کرنا مشغلہ تھا۔ آپ بچپن سے محنتی اور جفاکش تھے، بلند فکر اور اعلیٰ دماغ رکھتے تھے، آپ کے والد گرامی الحاج عبدالرشید مرحوم تھے۔ مولانا نے مزید کہا کہ ایک موقع پر حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے حاجی محمد یونس انصاری پر اپنا دست شفقت رکھ کر پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے فرمایا کہ یونس صاحب آپ جماعت اہل سنت اور قوم کے عمدہ سپاہی ہیں۔ خوب نام اور ترقی کریں گے، ایک دن بھرپور آپ کا چرچا ہوگا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ حاجی صاحب بلا شبہ حضور حافظ ملت کی دعا اور کرامت تھے۔ مولانا مصباحی نے کہا کہ حاجی صاحب نے 1971ء سے چندے کی نظموں سے شاعری کا آغاز فرمایا، آپ مسلسل نظمیں اور نعتیں لکھتے رہے، اور انجمن غوثیہ کے افراد انھیں پڑھتے تھے۔ زمانہ نے دیکھا کہ حافظ ملت کی دعا سے الحاج مرحوم غربت و افلاس کی منزل سے نکل کر دین و سنیت اور نعت گوئی کے میدان میں کتنی بلندی تک پہنچے۔ اللہ کریم ان کو قبر و حشر میں بھی جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر المدرسین مفتی بدر عالم مصباحی نے اپنے خطاب میں کہا کہ قصبہ مبارک پور کی ایک بہت ہی معروف شخصیت الحاج محمد یونس انصاری مرحوم کی ہے، آپ قصبہ کے اصحاب ثروت میں نمایاں شخصیت کے مالک رہے، ایک اچھے تاجر کے ساتھ صوبائی پیمانے پر سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے، مبارک پور کی ترقی و خوشحالی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، گنگا جمنی تہذیب کو برقرار رکھنے

میں اہم کردار نبھاتے۔ مفتی موصوف نے کہا کہ حاجی صاحب جہاں ایک سیاسی، سماجی، مذہبی دلچسپیاں رکھتے تھے وہیں انھیں شعر و ادب سے بھی بہت گہرا لگاؤ تھا، اچھی شاعری کرتے تھے۔ ان کی لکھی ہوئی نعتیں اور نظمیں اچھی تعداد میں موجود تھیں جن کو حاجی صاحب مرحوم کے برادران نے کتابی شکل میں شائع کیا ہے جس کے رسم اجرا کی تقریب میں ہم اور آپ شامل ہیں۔

ان کے علاوہ معروف سماجی کارکن و عمدہ اسپیکر محترم عمار ادیبی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے نعتیہ شاعری کے آغاز و ارتقا، نعت گوئی کے آداب و حدود، اسلامی اخلاق و اصول اور الحاج محمد یونس انصاری مرحوم کے کردار و عمل سے متعلق بڑی معلوماتی تقریر کی، ایڈوکیٹ شاہد فاروقی نے بھی اچھا خطاب کیا، محترم المقام ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، مفتی محمد نظام الدین رضوی، حاجی محمد مظہر انصاری، حاجی عبدالمجید انصاری، صوفی محمد نظام الدین، ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی، مفتی بدر عالم مصباحی، ولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا محمد صدرالوری قادری، مفتی زاہد علی سلامی، مولانا غلام حسین مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، الحاج مختار علیگ، مولانا توفیق احسن برکاتی، مولانا محمد رضا قادری، مولانا محمد جاوید چشتی، مفتی ظہیر احمد مصباحی، الحاج مہتاب پیامی، قاری عبدالرحمن مصباحی وغیرہم کے ہاتھوں مذکورہ شعری مجموعہ کی رونمائی ہوئی، اس اجلاس کی نظامت جامعہ اشرفیہ کے استاذ مولانا توفیق احسن برکاتی نے انتہائی سنجیدہ اور منفرد انداز میں کی اور اپنی قیمتی اور فکر انگیز نعتیہ نظموں کے اشعار بھی سنائے جو کافی توجہ اور انہماک سے سنے گئے، اسٹیج پر جلوہ افروز علما و ادبا اور مہمان شعرا کی خدمت میں الحاج محمد مظہر انصاری اور الحاج عبدالمجید انصاری نے شال اور اعزازیہ پیش کیا، تقریباً گیارہ بجے شب میں صلاۃ و سلام اور حضرت سراج الفقہاء کی دعا پر اس محفل کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر حاجی محمود اختر نعمانی، حاجی اسرار الحسن انصاری، الحاج شاہد حسن مبارک پوری، گھائل مبارک پوری، عبدالخبیر مبارک پوری، بشر مبارک پوری، ثاقب مبارک پوری، سفر احمد اعظمی شفیع الزماں عرف ببلو، رضوان احمد راعینی، عبدالسلام ایڈوکیٹ سمیت الحاج محمد یونس کے جملہ برادران اور سیاسی سماجی لیڈران و عوام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ از: رحمت اللہ مصباحی نمائندہ روزنامہ انقلاب مبارک پور

چنئی میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس

چنئی۔ میں السنہ ٹرسٹ کے روح رواں، متحرک وفعال شخصیت مولانا محمد یوسف احمد قادری نوری اور ان کے رفقا کی جانب سے تاریخی، دینی پروگرام ”میلاد مصطفیٰ کانفرنس“ کا انعقاد شہر کے مشہور ”بیت المال ہال“ میں کیا گیا۔ نور و نکہت سے معمور اس کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن مقدس سے کیا گیا جس کا شرف قاری نسیم نائب امام مسجد نالبند چنئی کو حاصل ہوا۔

سید عظیم الدین چشتی بنگلور، محمد توصیف رضا رضوی بنگلور، مولانا محمد رضا توصیفی بریلوی اور مولانا محمد عرفان القادری نے نعت مقدس پیش کی۔ حضرت مولانا محمد صادق رضوی مبلغ سنی دعوت اسلامی نے اصلاح معاشرہ پر جامع خطاب سے سامعین کے قلوب کو منور فرمایا پھر مبلغ اسلام حضرت مولانا سید امین القادری مالیگاؤں نے خصائص نبوی ﷺ کے حوالے سے دلنشیں خطاب سے سامعین کا ایمان تازہ فرمایا۔ پیر طریقت سید حامد ربانی نے فکر رضا کا پیغام پیش فرمایا۔

اس کانفرنس سے مفتی محمد علاؤالدین قادری رضوی نے اپنے حسن بیان کے ذریعہ قرآن واحادیث کی روشنی میں واعظانہ خطاب فرمایا۔ آخر میں مقرر خصوصی پیر طریقت حضرت مفتی محمد توصیف رضا قادری رضوی بریلوی نے میلاد مصطفیٰ کے موضوع پر عشق سے لبریز بیان فرمایا۔ حضرت تاج السنہ نے ہند میں ”السنہ ٹرسٹ“ کے صدر مولانا شیخ محمد یوسف احمد قادری نوری اور صوفی ذوالفقار عطاری کو سلسلہ قادریہ، رضویہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا ساتھ ہی سلسلہ قادریہ، رضویہ کی تمام وظائف وعملیات کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خدمات دینیہ وترویج اشاعت دین و سنت اور تحفظ ناموس رسالت کے اعتراف میں السنہ ٹرسٹ کی جانب سے بنگلور کی معروف شخصیت سید صادق ارشاد بانی و صدر: امام احمد رضا مومنٹ بنگلور کو سید امین القادری و سید حامد ربانی کے مقدس ہاتھوں سے ”تحفظ ناموس رسالت ایوارڈ“ دیا گیا۔ نعتیہ مقابلہ میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر محمد احمد رضا سلمہ چنئی کو ٹرافی سے نوازا گیا۔ کانفرنس کا اختتام فاتحہ، سلام و حضرت تاج السنہ کی دعا کے ساتھ ہوا۔

از: منظور احمد سکریٹری: السنہ ٹرسٹ چنئی تمل ناڈو ہند

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

JANUARY 2022

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122
(Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459
www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

(For Education)

(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Central Bank of India
A/C 3610796165
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Union Bank of India
A/C 303001010333366
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Punjab National Bank
A/c 05752010021920
IFSC. Code : PUNB0057510

(For Construction)

(1) Aljamiatul Ashrafia
Central Bank of India
A/c 3610803301
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Aljamiatul Ashrafia
Union Bank of India
A/c 303002010021744
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Aljamiatul Ashrafia
Punjab National Bank
A/c 05752010021910
IFSC. Code : PUNB0057510

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom

Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN